محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

مؤلف:

عبدالرؤف محمد عثمان

تلخیص وترجمانی:

نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

الحمدلله الذي أمر أهل الكتاب أن لا يغلوا في دينهم والصلاة والسلام على محمد المصطفى والنبي المجتبى الذى بلّغ الرسالة وأدّى الأمانة ونصح الأمة وحذّرها عن الغلو والبدعة والاطراء وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين وبعد!

مجھے مولانا لئیق احمد سراجی کی لائبریری میں "محبة الرسول بين الاتباع والابتداع" نام کی کتاب ملی تھی جو برادرم اکرام الدین عبدالرؤف کی ملکیت تھی. مطالعہ کرنے کے بعد یہ بہت پسند آئی میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اس کو اردو میں منتقل کریں گے اور بالفعل ترجمہ کرنے لگا۔ایک ماہنامہ میں اس کی سات قسطیں شائع ہوئیں اس کے بعد یہ کہہ کر اشاعت روک دی گئی کہ مضامین بہت علمی ہیں اس کی وجہ سے ترجمہ کا کام بھی رک گیا۔

محبت رسول کا دعویٰ کرکے خوش عقیدہ لوگ شرک اور بدعت کو دن رات فروغ دے رہے ہیں اور جو قرآن اور حدیث پر عمل کرتا ہے اس کو کافر اور دین سے خارج گردانتے ہیں تبلیغی میدان میں ایسے لوگوں سے اکثر سابقہ بھی پڑتا رہتا ہے ان کے خطبوں کو سن کر اور تحریروں کو پڑھ کر ان کی علمی بے بضاعتی پر رونا آتا ہے. یہ چیز اس بات کا محرک بنی کہ اس کتاب کو منظر عام پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے اس لیے میں نے دن رات ایک کرکے ترجمہ اور اختصار کا کام مکمل کرلیا۔ فلله الحمد والمنة.

یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کی حامل ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سلسلے میں جو غلو کیا جاتا ہے سب پر تفصیلی بحث کرتی ہے اور شرعی وغیر شرعی دونوں محبتوں کو واضح کرتی ہے۔

محبت رسول ڈاکٹریٹ کا رسالہ ہے فاضل مقالہ نگار نے 164 مصادر ومراجع سے استفادہ کیا ہے اور رسول کی محبت کے سلسلہ میں جتنے غیر شرعی افکار پائے جاتے ہیں ان کا حکیمانہ اور عادلانہ جائزہ لیا ہے اور قرآن وحدیث سے ان کی تردید کی ہے۔

میں نے سلیس ترجمہ کیا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ اصل مفہوم پر آنچ نہ آئے .اصلکتاب میں رجال کے تعلق سے حاشیے لمبے تھے میں نے ان کو حذف کردیا ہے. مبحث رابع میں صوفیاء کے اشعار اور اقوال میں سے اکثر کو حذف کرکے چند ایک کو نمونہ کے طور پر باقی رکھا ہے۔

آخر میں ایک ضمیمہ کا اضافہ کردیا ہوں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت بریلوی کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ اسکی بھی ایک ہلکی سی جھلک سامنے آجائے کیونکہ بریلویت تصوف اور تشیع کا معجون مرکب ہے. خوش آئند بات یہ ہے کہ شرک و بدعت میں ڈوبی ہوئی جماعت کا پڑھا لکھا اور روشن خیال طبقہاب اپنے مشرکانہ، جاہلانہ اور مبتدعانہ اعمال وافکار سے بیزار ہوچکا ہے، ان کی سمجھ میں یہ بات آنے لگی ہے کہ ہم اور ہماری قوم بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں. جب ایسے لوگوں کے سامنے قرآن اور حدیث کی شفاف آیات واحادیث پڑھی جاتی ہیں تو یہ حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور سرِ تسلیم خم کردیتے ہیں اور جو ان کا انکار کرے وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے؟

علماءسو اپنی پوری قوت اور طاقت اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ اہلِ حدیث سے ان کی قوم دور رہے، ان سے بات نہ کرے، ان سے سلام نہ کرے، جنازے میں نہ جائے، ان کو جنازہ میں نہ آنے دے۔ یہ تو شکست خوردگی کی علامت ہے ٹھیک یہی حالت مکہ میں کفار کی تھی ان ظالموں نے بھی یہی پابندی عوام پر عائد کر رکھی تھی اور آپ ﷺ سے لوگوں کو ملنے نہیں دیتے تھے۔ حتی کہ لوگ کان میں روئیاں ڈال کر کعبہ میں داخل ہوتے تھے۔ اس کے باوصف اسلام کو قبولیت حاصل ہوتی رہی، لوگ مسلمان ہوتے رہے اور کارواں آگے بڑھتا رہا اور پورا عرب حظیرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب ہندو پاک میں صرف توحید کا پرچم لہرائے گا اور سارے مشرکانہ عقائد و افکار ختم ہو جائیں گے۔ تبدیلی کی عطر بیز ہوا چل چکی ہے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ علم و حکمت اور بصیرت کی روشنی میں صحیح عقیدہ و فکر کو لوگوں تک پہونچایا جائے۔ کتابیں اور پمفلٹ محقق اور سنجیدہ انداز میں لکھے جائیں۔ لاف و گزاف، غیر سنجیدہ تعبیرات، مغلظات اور سب وشتم سے پاک ہوں بھلے ہی سامنے والا غیر سنجیدہ زبان و قلم استعمال کرتا ہے لیکن ہم کو اسوۂ نبوی کو اپنانا ہوگا اور حلم و بردباری کا ثبوت دینا ہوگا۔

دین اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ" میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔

اس لئے ہمارے ان بھائیوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کرنی چاہیے اور ضعیف و موضوع روایات، منامات، خرافات اور بے سر و پیر کی باتوں کو ترک کر دینا چاہیے ان سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے عشق کا لفظ بے ادبی اور گستاخی ہے عشق میں جذبات پنہاں ہوتے ہیں کیا کوئی کہے گا کہ مجھے اپنے ابا سے عشق ہے، مجھے اپنی امی سے عشق ہے، مجھے اپنی بہن سے عشق ہے۔ ظاہر ہے کوئی یہ تعبیر استعمال نہیں کرے گا تو پھر یہ لفظ رسول ﷺ کے لیے کیوں استعمال کرتے ہیں اس سے پرہیز کریں۔

میں جناب روشن فاروق کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے اور اس کے پہلے مرحلہ کے لیے کمپوزنگ کروا رہے ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر دے اور اس کے باقی مرحلے کو آسان کرے۔ (آمین)

اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مفید بنائے اور محبت رسول کے بارے میں عوام میں جو بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں وہ دور ہو جائیں۔

واللہ الموفق

نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری

استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ

مالیگاؤں

مقدمة المؤلف

الحمدلله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، وأشهدأن محمداعبدالله ورسوله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه والتابعين لهم باحسان وسلم تسليما بالرضوان، أمابعد!

اللہ تعالی نے اپنے نبی کی اطاعت ومحبت، تعظیم وتوقیر اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے. اللہ تعالی جنت کا راستہ صرف اس کے لیے کھولے گا جو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا۔ اللہ نے اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ کھول دیا، آپ سے بوجھ کو اتارا آپ کے ذکر کو بلند کیا اور آپ کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل اور رسوا کیا۔

اللہ نے اپنے نبی کی محبت، توقیر، تکریم، اطاعت اور اتباع کے بارے میں مسلمانوں پر جو فریضہ عائد کیا تھا صحابہ کرام نے اس کا حق ادا کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور ان کو اپنے اہل وعیال، وطن، ملک اور مال ومنال پر ترجیح دیا یہاں تک کہ اللہ کے دین کی نصرت، نبی کی طرف سے دفاع اور دین کی نشر واشاعت کے لئے اپنے آپ کو رب العالمین کے ہاتھوں بیچ دیا۔

لیکن یہ امت کمزور ہوگئی، ان کے اندر اختلاف اور انشقاق پیدا ہوگیا اور اہلِ قبلہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے، اختلاف کی کھائی کو گہری کرنے میں نفاق نے اہم کردار ادا کیا، زندیقوں نے سر اٹھایا اور پرانی عداوت اور غیظ وغضب کو دل میں چھپائے فرقہ بندی کی آگ میں کود پڑے اور اس دین کے خلاف سازشیں کرنے لگے جس نے ان کی جڑ کاٹی تھی اور ان کی سلطنت کو ختم کر دیا تھا۔ ان زندیقوں نے باطل عقائد کے ذریعہ بیوقوفوں اور ناسمجھوں کو اپنی طرف مائل کیا، انہوں نے ان فتنوں سے فائدہ اٹھایا جو انہیں کی تدبیروں اور کاوشوں سے علی اور آل علی کے بارے میں غلو کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کو اسلام سے نکال کر اپنے باطل مذہب پر کرلیا۔

ان کے جانشینوں نے غلو میں اپنے اسلاف کے طور طریقوں کو زندہ رکھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ انہیں بشریت کے دائرے سے نکال کر الوہیت کے منصب پر فائز کر دیا اور ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف کفر و بہتان کی ایسی باتیں منسوب کیں جو مناسب نہ تھیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اسلام کے بارے میں جو اصول بتائے تھے اس سے ٹکراتی تھیں. ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ اس کے ذریعہ آپ کی تعظیم اور محبت کا اظہار کر رہے ہیں اور فریب خوردہ لوگوں کو یہ تصور دیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیاد محبت کرنے والے ہیں۔ انہوں نے تصوف، عبادت اور زہد کے حسین پردے میں اپنی زندیقیت کو چھپانے کی کوشش کی، ناسمجھ لوگ ان کی طرف جھک گئے اور ان کے جھانسے میں آگئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ صالح اور پرہیزگار لوگ ہیں۔

لیکن اللہ اپنے دین کو پورا کر کے رہے گا بھلے ہی کافر ناپسند کریں. اس نے اپنے مخلص بندوں اور کامیاب ہونے والی جماعت کو مسخر کر دیا جس نے آنکھوں سے پردہ اٹھایا اور لوگوں کے سامنے شریر اور بدمعاش زندیقوں کے فریب کی قلعی کھول دی اور لوگوں کو بتایا کہ یہ زندیق دین کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور خاتم النبیین کی سنت میں تبدیلی کرنے کے خواہاں ہیں. ان علماء کرام نے زندیقوں کے اقوال واعمال اور احوال کو تلاشا اور ان کی زندیقیت کے چہرے کو بے نقاب کیا. یہاں تک کہ بصارت والوں کے لئے ان کا معاملہ بالکل صاف ہوگیا اور دانشمندوں کے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ اور رسول سے حقیقی معنی میں کون محبت کرتا ہے اور کون محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے اور کون

مسلمانوں کے دین کو خراب کرنے میں کوشاں ہے؟

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ دونوں جماعتیں کرتی ہیں اور اس کے بارے میں ان کا آپس میں نزاع ہے تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس بحث میں حقیقت سے پردہ اٹھاؤں اور اللہ کی مدد سے لوگوں کے سامنے صحیح بات رکھوں. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت جن جن امور میں نزاع ہے، ان سب پر میں نے بحث کی ہیں۔

میں نے اس کا نام "محبة الرسول بين الاتباع والابتداع" رکھا ہے. میں نے مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر اس موضوع کا انتخاب کیا ہے.

☆ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے بعض مسلمانوں کے یہاں ایمان کے اہم جزء محبتِ رسول میں بڑی کمی آ گئی ہے اس لئے میں نے ایمان کے سلسلہ میں محبت کی اہمیت اور مقام ومرتبہ کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ محبت ایک ایسی چیز ہے جو بسا اوقات بڑے بڑے دعوؤں کے پردے میں چھپ سکتی ہے اسلئے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اس محبت کے سچے شواہد کو بیان کروں اور اس سلسلہ میں صادق اور کاذب کے درمیان تمیز کرنے والے ان امور کی وضاحت کروں جن کا اہم عنصر اتباع ہے۔

☆ غالی صوفیوں سے متاثر ہو کر بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ غلو محبت رسول کے لوازم میں سے ہے. اس لیے میں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ محبت ایسی چیز ہے جو غلو سے مختلف اور جدا ہے. پہلی چیز (محبت) فرض عین ہے اور دوسری (غلو) کھلی ہوئی گمراہی۔

☆ بہت سے غالی مسلمانوں کا سلفیوں اور اہلِ حدیثوں پر یہ الزام ہے کہ یہ لوگ نبی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں میں نے اس مسئلہ میں صحیح موقف کو واضح کیا ہے۔

☆ بہت سے غلو کرنے والے مسلمانوں کا عقیدہ اور فکر اصول شریعت کے خلاف ہے. اگر چہ یہ لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ امت میں رسول صل اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں پر حقیقت اس کے برعکس ہے. میں نے ان کے مسلک کی حقیقت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا ہے. اور بتایا ہے کہ ان سے غلطی کہاں ہوئی ہے۔

☆ رسول صل اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں غلو کرنے کی وجہ سے امت میں بہت سی بدعتیں در آئی ہیں جنہوں نے دین کے رخ زیبا کو داغدار کر دیا ہے اس لئے میں نے اعتقادی، سلوکی اور عملی اعتبار سے دین پر غلو سے مترتب ہونے والے اثرات کو بیان کیا ہے۔

بحث کی تفصیل یوں ہے۔

تمہید: اس میں تین بحثیں ہیں۔

مبحث اوّل: اس میں ہم مختصر طور پر نبوّت اور رسالت کا معنی بیان کریں گے۔

مبحث ثانی: اس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی بابت بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کمال رسول صل اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ وہ بشر ہوں۔

مبحث ثالث: نبوّت اصطفاء الٰہی ہے۔

باب اوّل

محبت اور اتباع

فصل اوّل: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت۔

اس فصل میں چار مباحث ہیں۔

مبحث اوّل: محبت کا معنی۔

مبحث ثاني: رسول کی محبت واجب ہے۔

مبحث ثالث: محبت کے دواعی اور اسباب۔

مبحث رابع: محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مظاہر.

فصل ثانی: اتباع۔

اس فصل میں تین مباحث ہیں۔

مبحث اوّل: اتباع کا مفہوم۔

مبحث ثاني: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع واجب ہے۔

مبحث ثالث: اتباع کے مظاہر۔

باب ثانی

فصل اول: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غلو۔

اس فصل میں چھ مباحث ہیں۔

مبحث أوّل: غلو کا مفہوم۔

مبحث ثانی: یہود ونصاری کا غلو۔

مبحث ثالث: رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں شیعوں کا غلو۔

مبحث رابع: رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں صوفیاء کا غلو.

اس مبحث میں دو مطلب پر کام ہوگا۔

مطلب اوّل: حلاج کا غلو۔

مطلب ثانی: ابن عربی کا غلو۔

مبحث خامس: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں غلو کی وجہ سے عقیدہ وعمل پر اثر۔

مبحث سادس: غلو کی بابت اسلام کا موقف.

فصل ثانی: بدعت۔

اس فصل میں تین مباحث ہیں۔

مبحث أوّل: بدعت کی تعریف اور اس کا حکم۔

مبحث ثانی: وہ بدعتیں جو محبتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دعویٰ سے ظاہر ہوئی ہیں۔

مبحث ثالث: بدعت کا آثر۔

خاتمہ

نتیجہ کا بیان

منہج

(1) میسر مصادر ومراجع سے استفادہ۔

(۲) آیات کا تفصیلی حوالہ۔

(۳) احادیث کا تفصیلی حوالہ۔

(3) لغوی تعریفات کے لئے لغت کی کتابوں سے استفادہ۔

(۵) اقوال کی نسبت قائل کی طرف۔

ضمیمہ

رسول ﷺ کی بابت بریلویوں کا غلو (از علامہ احسان الٰہی ظہیر)۔

نعت گوئی میں غلو (از مترجم)۔

تمہید

☆ نبوت اور رسالت کی تعریف

☆ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت

☆ نبوّت اصطفاءِ الٰہی ہے

نبوت اور رسالت کی تعریف

النبوة:

نبوة نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر۔

اللہ نے فرمایا ہے: ﴿نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورہ الحجر:49)

ترجمہ: میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا بخشنے والا ہوں۔

سورہ تحریم میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (سورہ تحریم:3)

ترجمہ: ان کو اس کے بارے میں بتایا تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو یہ کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی۔

لسان العرب میں ہے۔ "النبأ الخبر، النبى المخبر عن الله عزوجل لأنه أنبأ عنه وهو فعيل بمعنى فاعل"[1]

"نبا خبر کے معنی میں ہے نبی اللہ کے بارے میں خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔"

فراء کہتے ہیں نبی وہ ہے، جو اللہ کے بارے میں بتائے۔ انہوں نے نبی میں ہمزہ نہیں پڑھا ہے۔ ان کا یہ ماننا ہے کہ اگر اسے نبوۃ اور نباوۃ سے مشتق مانا جائے جس کے معنی زمین سے بلندی کے ہوتے ہیں یعنی رسول ساری مخلوق سے بلند اور مشرف ہیں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ نہ لایا جائے نبوۃ اصلاً "النبا" سے مشتق ہے اور نبوت میں ہمزہ ہے۔ لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً ہمزہ کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ نبوۃ اور نباوۃ سے اسکا اشتقاق لغوی اعتبار سے ضعیف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: لفظ نبی نبا سے مشتق ہے اور اس میں اصل ہمزہ ہے، (یعنی لام کلمہ) اور یہی پڑھا گیا ہے۔ نافع کی یہی قرأت ہے۔ یہی نبی پڑھتے ہیں لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ میں لین کر دیا گیا ہے۔[2]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی نبوۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی بلندی ہوتا ہے اس صورت میں اس کا مفہوم ہوگا اونچے اور بلند مقام والا اور تحقیق یہ ہے کہ یہ معنی پہلے معنی میں داخل ہے جس کو اللہ نے نبی بنایا وہ اس کے بارے میں لوگوں کو بتاتا ہے۔ ہمزہ والی قرأت اس بات کے لئے قطعی دلیل ہے، کہ یہ مہموز ہے اور انبا سے مشتق ہے نبوۃ سے نہیں۔"

الرسالة:

یہ ارسال سے ماخوز ہے اس کا معنی ہوتا ہے بھیجنا، یہ رَسَل سے مشتق ہے اس کا معنی ہوتا ہے تتابع. عرب والے بولتے ہیں: رسل اللبن

اذا تتابع دره-

لسان العرب میں ہے: ارسال بھیجنے کے معنی میں بولا جاتا ہے اسکا اسم رسالۃ اور رسول ہے۔ رسول ارسال کے معنی میں مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ لغوی اعتبار سے رسول اس کو کہتے ہیں جو اپنے بھیجنے والے کی خبروں کی پیروی کرتا ہے۔ یہ عرب کے اس قول سے

---

1) لسان العرب: ابن منظور: 162-163۔

2) النبوات: ابن تيمية: 336۔

ماخوذ ہے۔ جاءت الابل رسلا ای متتابعة۔

رسول کو رسول اسلئے کہتے ہیں کہ رسالت والا ہوتا ہے رسول اور رسالۃ ارسل کا اسم ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں رسول یا تو ارسال سے مشتق ہے جس کا مفہوم بالکل واضح ہے یا رسل سے اس صورت میں اس کا معنی ہوگا ایسا آدمی جس پر برابر وحی اترتی ہو۔ [2]

جہاں تک اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو نبی اور رسول کے درمیان فرق کی تعیین میں اختلاف ہے اس میں راجح بات یہ ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک نبی اور رسول میں فرق ہے نبوت رسالت سے عام ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ [3]

نبی وہ ہے جس کو اللہ نے سابقہ شریعت کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو جو اس شریعت والوں کو آ کر ڈرائے اور کبھی خاص مسائل میں صرف بعض اوامر، وصیت اور مواعظ کی تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء۔ یہ سب کے سب توریت کی شریعت پر تھے ان میں سے کوئی نبی شریعت لیکر نہیں آیا تھا جو توریت کو منسوخ کرتی۔ اس طرح یہ نبی گذشتہ رسول کی شریعت اور اس کی تعلیمات کا مجدد ہوا کرتا تھا۔ [4]

رسول وہ ہے جس کو اللّٰہ تعالیٰ مستقل شریعت دے کر بھیجتا ہے اور جو لوگ اسکے احکام کی مخالفت کریں ان کو شریعت کے احکام پہونچانے اور تبلیغ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ شریعت فی نفسہ چاہے نئی ہو یا ان کے اعتبار سے نئی ہو جن کی طرف ان کو بھیجا گیا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ نبی ایسی شریعت لے کر آتا ہے جو سابقہ شریعت کے بعض احکام کی ناسخ ہوتی ہے۔ [5]

---

1) لسان العرب: مادہ رس ل: 11/283-284۔

2) اصول الدین: عبد القاهر بغدادی: 154۔

3) شرح العقيدة الطحاوية: ابن أبي العز: 167۔

4) النبوات: ابن تیمیه: 225_257۔

5) اصول الدین: 154۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر تھے

اللہ نے سارے انبیاء اور رسولوں کو انسان بنایا، یہ اپنی قوم کی زبان بولتے تھے تاکہ ان کے رب کی شریعت کو ان سے بیان کریں، لوگوں پر حجت قائم کریں تاکہ لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا اور ان کے لئے رسول کا اتباع اور اس کی باتوں کا سمجھنا، سوال کرنا اور مسائل پوچھنا آسان ہو۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (سورہ ابراہیم : 4)

ترجمہ: ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تاکہ ان کے سامنے (دین کی باتوں کو) بیان کرے۔

نیز فرمایا: ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (سورہ ابراہیم 11:)

ترجمہ: ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہیں جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر اپنا فضل کرتا ہے۔

اللہ تعالی سورہ فرقان میں رسول کی بشریت کی بعض خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (سورہ فرقان:20)

ترجمہ: ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں کوئی نئے رسول نہ تھے بلکہ سابقہ انبیاء اور رسولوں کے مانند بشر تھے۔

اللہ تعالی فرماتے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾ (سورہ احقاف:9)

ترجمہ: تم کہہ دو میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور علی الاعلان آگاہ کرنے والا ہوں۔

یہ آیات اس بات پر بڑی تاکید کے ساتھ روشنی ڈال رہی ہیں کہ رسول ہمارے مانند بشر تھے ان کے اندر بشریت کی ساری صفات اور خصوصیات پائی جاتی تھیں اس کے باوصف وحی کے آنے اور رسالت کے عظیم منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ سب سے افضل، ممتاز اور فائق تھے۔ قرآنی آیات نے مختلف مقامات پر آپ کی بشریت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ آپ بشریت سے خارج نہ تھے آپ کے پاس جو وحی آتی یا آپ کے ہاتھوں جو نشانیاں اور معجزات ظہور پذیر ہوئے وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی قدرت اور طاقت کی وجہ سے ہوئے۔ رسول بنا اللہ کی مشیت کے اپنے لئے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہوتے تھے۔

اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ (سورہ العنکبوت:50)

ترجمہ: انھوں نے کہا کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کچھ نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں؟ تم کہہ دو کہ نشانیاں تو سب اللہ کے پاس ہیں میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

نیز فرمایا: ﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (سورہ الاعراف:188)

ترجمہ: کہہ دو میں اپنی ذات خاص کے لیے نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر جتنا اللّٰہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہونچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

جب رسول اپنے لئے نفع ونقصان کے لئے مالک نہیں تو غیر کے لئے بدرجہ اولی قدرت نہ رکھیں گے،

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ[128] وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورہ آل عمران :128-129)

ترجمہ: اے پیغمبر تمہارے اختیار میں کچھ نہیں، اللّٰہ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللّٰہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اللّٰہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔

سورہ جن میں فرمایا: ﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ (سورہ جن:21)

ترجمہ: کہہ دو مجھے تمہارے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں۔

قرآن صراحت کرتا ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (سورہ قصص:56)

ترجمہ: تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔

جب کفار قریش نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عاجز کر دینے والے مطالبات کئے تا کہ اسے انکار اور تکذیب کا ذریعہ بنائیں تو اللہ کی طرف سے جو تردید اتری تھی اس میں رسول کی بشریت کو بڑے تاکیدی انداز میں واضح کیا گیا ہے اللّٰہ تعالی وہ قصہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

﴿وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا[90] أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا[91] أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا[92] أَوْ

يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴾ (سورہ اسراء:93-90)

ترجمہ: (انھوں نے کہا کہ) ہم آپ پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں یا آپ کے لئے کھجوروں یا انگوروں کا باغ ہو اور اس کے درمیان آپ بہت سی نہریں جاری کر دکھائیں یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے یا آپ خود اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کریں یا آپ کے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے آسمان پر چڑھ جانے کا بھی یقین نہ کریں گے جب تک آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم خود پڑھیں۔ تم جواب دو کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرا یک انسان ہی ہوں جسے رسول بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴾ اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ رسول بشر ہیں وہ اپنی بشریت کے حدود میں کام کریں گے اپنی جانب سے کوئی چیز نہیں لا سکتے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے، آپ نے ایک بشر کی طرح زندگی گذاری، بچپن سے وفات تک آپ کو بشری عوارض لاحق ہوتے تھے، آپ نے کھایا، پیا، بازار میں چلے، خریدا، بیچا، شادی کی، بچے پیدا ہوئے، لڑائی کیا، صلح کیا، غصہ ہوئے، خوش ہوئے، غمگین ہوئے، بیمار ہوئے اور جیسے عام انسان کی وفات ہوتی ہے اسی طرح آپ کا بھی انتقال ہوا۔ جو آدمی آپ کے ساتھ رہا ہو گا یا گہرائی سے آپ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہو گا وہ اس حقیقت کو پوری طرح جانتا ہو گا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولاً وفعلاً اپنی بشریت کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَذكر كَمَا تَذكرون أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ"[1]

ترجمہ: میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ جیسے تمہیں یاد رہتا ہے ویسے مجھے یاد رہتا ہے اور جیسے تم بھولتے ہو ویسے میں بھی بھولتا ہوں۔

بخاری میں ہے، "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ"[2]

ترجمہ: میں بشر ہوں تم لوگ میرے پاس اپنے مقدمات پیش کرتے ہو ممکن ہے تم میں کوئی اپنے حریف سے زیادہ چرب زبان ہو اور اپنی بات بیان کرنے میں وہ اس سے زیادہ ماہر ہو اور میں بیان اور دلیل کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اس لیے یہ اسے نہ لے میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔

پہلی حدیث میں آپ نے بتایا ہے کہ آپ کو یاد رہتا ہے اور کبھی کبھار بھول بھی جاتے ہیں اور یہی عام بشر کی حالت ہوتی ہے۔

دوسری حدیث میں آپ اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بشری طبیعت اور فطرت کے تقاضے کے مطابق غیب کا علم نہیں رکھتے۔ اگر

---

1) الصحیح: مسلم بن حجاج 402/1۔

2) الجامع الصحیح: محمد بن اسمعیل بخاری 32/9۔

اس کا علم رہتا تو بنا گواہی اور شہادت کے فیصلہ کر دیتے اور بتا دیتے کہ کون غلطی پر ہے اور کون حق پر ہے؟ ایک بار آپ نماز پڑھا رہے تھے نماز کی حالت میں آپ نے جوتا نکال دیا آپ کی دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی جوتا نکال دیا نماز کے بعد آپ نے جوتا نکالنے کا سبب پوچھا لوگوں نے بتایا کہ آپ نے نکالا تو ہم نے بھی نکال دیا آپ نے کہا کہ جبرئیل نے ہم کو بتایا کہ آپ کے جوتے میں گندگی لگی ہے اس لئے میں نے نکالا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جوتے کے بارے میں خبر نہیں ہے کہ آپ کے جوتے میں گندگی لگی ہے جب وحی اترتی ہے تب آپ اسے نماز کی حالت میں نکالتے ہیں۔

آپ کو غیب کا علم اس وقت ہوتا ہے جب اللہ آپ کو اس پر مطلع کرتا ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے۔ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا [26] إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ (سورہ الجن:26-27)

ترجمہ: وہ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر ہونے کے باوجود اللّٰہ نے آپ کو اس طرح تیار کیا تھا اور آپ کی تربیت کی تھی جو اس عظیم کام کے مناسب اور شایانِ شان تھی۔ اللہ نے رسالت کے لیے آپ کا انتخاب کیا۔ اس نے آپ کو اخلاقی اور جسمانی ہر اعتبار سے کامل بنایا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشریت کے ہر پہلو میں سب سے کامل تھے۔ اسی طرح آپ اپنے رب کی عبودیت اور اس کے حق کی ادائیگی میں بھی سب سے کامل تھے۔ اس طرح کمال رسول اپنے رب کی عبودیت تامہ میں ہے۔

اسی وجہ سے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ اور بلند ترین مقام پر عبودیت سے متصف کیا ہے۔

فرمایا۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورہ الاسراء:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ اللّٰہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللّٰہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورہ نجم میں فرمایا: ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ (سورہ النجم:1)

ترجمہ: اس نے اپنے بندے کو وحی پہونچائی جو پہونچائی۔

نیز فرمایا: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا﴾ (سورہ الکہف:1)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

سورہ جن میں فرمایا: ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ (سورہ الجن؛19)

ترجمہ: اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں۔

اس طرح اللہ کی عبودیت کمال بشریت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے مخلوق میں جو سب سے زیادہ اسکی ادائیگی کرے گا وہ عبودیت میں سب سے زیادہ کامل ہوگا۔ مقام اول میں یہ انبیاء اور رسولوں پر صادق آتی ہے اور ان میں محمد ﷺ سب سے کامل ہیں، ان کے لیے اللہ نے مقام عبودیت کو مکمل کیا، آپ کو چنا، رسالت کے لئے منتخب کیا اور اللہ کے یہاں آپ کا مرتبہ بڑا بلند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبودیت کے حق کو اچھے طریقہ سے ادا کیا۔ لوگوں کو صرف اللہ کی عبادت اور اسکی وحدانیت کی دعوت دی اور لوگوں کو خواہشات اور شہوات کی عبودیت سے اللہ کی عبودیت کی طرف نکالا ۔ اسی طرح آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ کر دیا گیا جو آپ کی عبودیت پر منفی اثر ڈالے اور اس کو کمزور کرے۔

آپ ﷺ نے بتایا کہ آپ کا حقیقی مقام و مرتبہ عبودیت اور رسالت میں ہے۔ فرمایا: "أَنَا محمد بن عَبْدُ اللَّهِ و اللَّهِ ما أحب أن ترفعوني فوق منزلتي التي أنزلني الله" [1]

ترجمہ: میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللّٰہ کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ مجھے اس مقام سے اوپر اٹھاؤ جس پر اللہ نے مجھے فائز کیا ہے۔

بخاری میں ہے، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ". [2]

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میرے بارے میں ایسے حد سے نہ بڑھ جانا جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کے بارے میں غلو کیا تھا میں اللہ کا بندہ ہوں اسی لئے تم کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔

اس طرح رسول ﷺ اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ کے عبد اول ہوں، اسی لیے اللہ نے ان کو سارے رسولوں اور نبیوں میں سے چنا اور یہ خصوصیت کسی اور کو عطا نہیں کیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی قبر پھٹے گی، آپ قیامت کے دن پہلے سفارشی ہوں گے اور سب سے پہلے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور آپ کے لیے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

تمام احوال وکوائف میں رسول کی بشریت کے واضح ہونے کے باوجود مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی ہے جس نے اجماع امت کی مخالفت کی اور رسول کو بشریت کے حدود سے نکال دیا اور آپ کے بارے میں غلو کیا اور اللہ کی صفات سے آپ کو متصف کر دیا۔

---

1) المسند: امام احمد 8/163 الصارم المنكى، ابن عبدالبارى 288۔

2) الجامع الصحيح: 4/204.

نبوت اصطفاء الٰہی ہے

اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ نبوت اور رسالت کے لئے اپنے بعض بندوں کو منتخب کرتا رہا ہے۔

سورہ حج میں فرمایا: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ (سورہ الحج:75)

ترجمہ: اللہ فرشتوں اور انسانوں سے پیغام پہونچانے والوں کو چھانٹ لیتا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (سورہ آل عمران:33)

ترجمہ: بے شک اللہ نے تمام جہاں کے لوگوں میں سے آدم، نوح، ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان والوں کو منتخب فرمالیا۔

سورہ اعراف میں فرمایا: ﴿قَالَ يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي﴾ (سورہ الأعراف:44)

ترجمہ: ارشاد ہوا اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔

یہ انتخاب احسان الٰہی ہے جو اس نے انبیاء اور رسولوں پر کیا ہے نبوت یا رسالت کے منصب تک یہ لوگ ذاتی محنت یا ریاضت کے ذریعہ نہیں پہونچتے ہیں اور نہ ہی یہ کسی عمل کا ثمرہ یا نفسانی ریاضت کا نتیجہ ہے جیسا کہ گمراہ فلسفیوں کا عقیدہ ہے۔ان کا کہنا ہے کہ نبوت کسبی چیز ہے جو آدمی خلوت اور عبادت کے ذریعہ اپنے نفس کو مہذب اور پاکیزہ کرلیتا ہے۔اور مشاہدہ سے روکنے والی چیزوں سے اپنے نفس کو خالی کرلیتا ہے، ریاضت کرتا ہے، نفس کو مہذب کرتا ہے تو اس کا نفس نبوت کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اسی بنیاد پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے جس کے اندر تین خصلتیں پائی جائیں:

(1) صفاء جوہر اور بنا سابقہ تعلیم وتعلم کے روحانیت عالیہ سے زبردست اتصال کی بنا پر وہ غیب کی چیزوں پر اطلاع رکھتا ہو۔

(2) اس سے خرق عادت اور خلاف فطرت چیزیں صادر ہوں اور مادی عالم پر اثر انداز ہو۔

(3) فرشتوں کا مشاہدہ کرے نہ کہ ان کی روحوں کو دیکھے کیونکہ اس کے پاس قوت تخیل ہے اور اس کی طرف کی جانے والی وحی اور کلام کو سنتا ہے بالفاظ دیگر ان کے نزدیک وحی کا مصدر نبی کا قوت تخیل ہے نہ کہ حقیقی معنیٰ میں ان پر وحی کی جاتی ہے اس طرح فلاسفہ کے نزدیک قرآن نبی کی طرف سے ہے۔[1]

اللہ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ ان کی تکذیب کی ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ [37] أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ [38] بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (سورہ یونس:37-39)

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ (کی وحی) کے بغیر (اپنے ہی سے) گھڑلیا گیا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس

---

1) لوامع الانوار البهيه السفارينى:268/2۔

کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور کتاب (احکام ضروریہ) کی تفصیل بیان کرنے والی ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اسے گھڑلیا ہے؟ کہدو کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللّٰہ کو بلاسکو بلالو اگر تم سچے ہو، بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے، اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا، اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیا ہوا؟

نبوت اور رسالت محض فضل الہی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس سے نوازتا ہے اور اللہ تعالی اپنے فضل و کرم اور رضامندی کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے اور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اس کے لئے کون زیادہ مناسب ہے۔اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے، تدبیر کرنے والا اور منتخب کرنے والا ہے، سورۃ قصص میں فرمایا ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورہ قصص:68)

ترجمہ: اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، وہ بلند و برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔

نیز فرمایا: ﴿وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (سورہ انعام:124)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی آیت پہونچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس جگہ کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ پیغمبری کہاں رکھے؟۔

نبوت فضل الہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب کرتا ہے جن کے اندر ایسی خصوصیات اور امتیازات پیدا کی ہیں جو دوسرے لوگوں میں موجود نہیں ہوتیں، رسول لوگوں میں اخلاق اور جسمانی بناوٹ اور ساخت کے اعتبار سے سب سے کامل، عقل و دانش میں سب سے برتر، ذہانت اور ذکاوت میں سب سے تیز اور دل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاکیزہ ہوتے ہیں۔سارے انبیاء اور رسول ایسے ہی تھے۔رسول عربی ﷺ کو جب اللہ نے رسالت کے لئے چنا تو ان کے اندر کچھ ایسی خصوصیات ودیعت کی جو دوسروں کے اندر نہ تھیں اور ان کی تربیت اور پرورش ایسے انداز میں ہوئی جو اس منصب جلیل کے لائق تھی۔

آپ کے لئے اصطفاء الہی کے آثار مختلف اعتبار سے ظاہر ہوئے۔

آپ کے حسب ونسب کی طہارت

آپ کا نسب انتہائی پاکیزہ تھا اور سفاح جاہلیت (جاہلیت کی زنا کاری) کی آلائش سے محفوظ تھا۔ آپ اپنے آباء واجداد کی نسل سے تھے جو منزہ اور پاک تھی اس میں نقص اور عیب پیدا کرنے والی کوئی چیز نہ تھی آپ مقام ومرتبہ، شرافت ونجابت اور حسب ونسب میں اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ کے اجداد میں کوئی ایسا نہ تھا جو بنا نکاح کے پیدا ہوا ہو۔

صحیح مسلم میں ہے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔[1]

اللہ تعالی کا اپنی نگرانی میں آپ کی تربیت کرنا:

نبی ﷺ کی پرورش انتہائی پاکیزہ اور صاف ستھرے انداز میں ہوئی تھی جاہلیت کی گندگیوں سے آپ پاک وصاف تھے کیونکہ بچپن ہی سے اللہ نے آپ کی حفاظت کی تھی۔ آپ کے دل کو فطرت کی تبدیلی اور شیطان کی پہونچ سے باہر رکھا تھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جبریل نے آپ کو پکڑ کر لٹا دیا آپ کا سینہ چاک کیا اور اس سے جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا الگ کیا اور کہا کہ یہ آپ کے یہاں شیطان کا حصہ تھا۔ اس کے بعد سونے کے طشت میں آب زمزم سے دل کو دھلا پھر اسے ملا دیا اور اپنی جگہ پر رکھ کر بند کر دیا۔[2]

یہ حدیث اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ اللہ نے بچپن ہی میں آپ کے دل کو پاکیزہ کر دیا تھا اور یہ اس لیے تا کہ آپ کو نبوت اور رسالت کی عظیم ذمہ داری کے لیے تیار کریں۔

رسول اللّٰہ ﷺ کی نشوونما پاکیزہ اخلاق، اچھے عادات اور فطرت سلیمہ پر ہوئی تھی آپ کو بتوں سے نفرت تھی، آپ نے کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا، امور خیر اور مکارم اخلاق سے آپ کو بے پناہ محبت تھی اور اس باب میں آپ کی مثال بیان کی جاتی تھی. آپ کی قوم نے آپ کو الصادق الامین کا باوقار لقب دیے رکھا تھا۔

آپ کی حفاظت:

جس طرح اللہ نے نبی ﷺ کے دل اور آپ کی فطرت کی حفاظت کی تھی اسی طرح مختلف اعتبار سے آپ کی نگرانی بھی فرمائی۔

اللہ نے آپ کو دشمن کی گرفت سے باہر رکھا اور وہ آپ کے قتل پر قدرت نہ پا سکا اور نہ اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کر سکا، اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (سورہ انفال:30)

---

1) صحيح مسلم:4/1782۔

2) صحيح مسلم:1/147۔

ترجمہ: اور (اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چالیں چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن) سے نکال دیں وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (سورہ المائدہ:67) ترجمہ: اور تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نجد کے علاقہ میں جہاد پر گئے جب وہاں سے رسول اللہ ﷺ پلٹے اور ہم بھی واپس ہوئے تو ایک ایسی وادی میں دوپہر کا وقت ہوا جس میں بہت کانٹے تھے۔ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا لوگ ادھر ادھر بکھر گئے اور پیڑوں کے سایوں میں بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ ایک ببول کے پیڑ کے نیچے اترے اور اس پر اپنی تلوار لٹکادی، ہم لوگ سو گئے۔ اچانک نبی ﷺ ہم لوگوں کو بلانے لگے۔ آپ کے پاس ایک دیہاتی عرب کھڑا تھا نبی ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ میں سو رہا تھا اس نے میری تلوار سونت لی میں بیدار ہوا تو دیکھتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ اس نے کہا مجھ سے تم کو کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ (یہ جملہ تین بار دہرایا) آپ نے اس کو کوئی سزا نہ دی اور بیٹھ گئے۔[1]

نبوت پر منفی اثر ڈالنے والی اور ہر اس چیز سے آپ کی حفاظت کرنا جو لوگوں کو آپ کی دعوت سے متنفر کر سکتی تھی: آپ سب سے زیادہ گناہوں سے دور رہتے تھے، سیرت و کردار کو داغدار کرنے والی ساری چیزوں سے آپ منزہ اور پاک تھے، جاہلیت کی بیہودہ چیزوں سے آپ دور رہتے تھے، اللہ نے آپ کو ان امور میں خطاونسیان سے محفوظ رکھا تھا جن کو اللہ کی طرف سے بندوں تک پہونچانا تھا،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى[1] مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى[2] وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى[3] إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (سورہ نجم:1-4)

ترجمہ: تارے کی قسم جب وہ غائب ہونے لگے تمہارے رفیق (محمد) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو اللہ کا حکم ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (سورہ المائدہ:67)

ترجمہ: اے رسول جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں ان کو لوگوں تک پہونچاؤ، اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام پہونچانے میں قاصر رہے۔

خَلقی اور خُلقی ہر اعتبار سے آپ کو کامل بنانا:

جمال صورت، تناسب اعضاء، بدن کی مہک، پسینے کی خوشبو، جسم کی لطافت اور جسمانی و عقلی قوت میں رسول ﷺ سب سے ممتاز اور فائق تھے۔

حسن سیرت اور اخلاق میں بھی آپ کامل تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (سورہ قلم:4)

ترجمہ: اور تمہارے اخلاق عالی ہیں۔

---

1) صحيح بخاری:4/47-48۔

شمائل اور سیرت کی کتابوں نے آپ کے اخلاق، صفات، جسمانی بناوٹ اور زندگی کے مختلف حالات کو محفوظ کر رکھا ہے۔

وحی اتار کر آپ کو معزز و مشرف کرنا:

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (سورہ شوریٰ:52)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے (قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو، ہم نے اس کو نور بنایا ہے، اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بے شک (اے محمد) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔

سورہ یوسف میں فرمایا: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ (سورہ یوسف:3)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم اس قرآن کے ذریعہ سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔

آپ کا خاتم النبیین ہونا:

اس کی صراحت اللہ تعالی نے سورہ احزاب میں یوں کی ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورہ احزاب:40) ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں بلکہ اللّٰہ کے پیغمبر اور نبیوں کی نبوت کی مہر یعنی اس کو ختم کرنے والے ہیں اور اللّٰہ ہر چیز سے واقف ہے۔

بخاری اور مسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایسے ہے جیسے کسی آدمی نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھی اور حسین شکل دی لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی مقدار جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اسے خوب پسند کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی؟ آپ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں، میں خاتم النبین ہوں۔[1]

نبی ﷺ کے لیے اصطفاء الٰہی کے مظاہر بے شمار ہیں ان کو گنا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ کے فضائل اور اللہ نے آپ کو جن گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا وہ بہت ہیں آپ کی فضیلت کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب مقام محمود ہیں، صاحب حوض کوثر ہیں، لواء حمد والے ہیں، اللہ کا آپ کو منتخب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اسی طرح اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ بندے اس عظیم نبی سے محبت کریں۔

---

1) صحیح بخاری:4/226، صحیح مسلم:4/1791

محبت اور اتباع

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

اتباع

☆ محبت کا مفہوم

☆ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واجب

☆ ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں محبت کرتے ہیں؟

☆ محبت رسول کے مظاہر

محبت کا مفہوم اور اس کی قسمیں

عربی زبان میں لفظ محبت کا استعمال:

لوگوں کی زبان پر جاری ہونے والا کلمہ "الحب" دل کے تعلق اور میلان کا رمز سمجھا جاتا ہے۔جس کو آدمی پسند اور اچھا تصور کرتا ہے۔خالص محبت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔حب بغض کی ضد ہے اس کا معنی ہے مودت، محبت، چاہنا۔الحب، حبیب کے معنی میں بولا جاتا ہے جسے خدن، خدین۔

"التحبب" محبت کا اظہار کرنا۔[1]

راغب لکھتے ہیں: حببت فلانا اصبت حبة قلبه (میں نے اس کے دل کے دانے کو پالیا یعنی محبت کو) کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

(ب): انکا کہنا ہے کہ محبت کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو یا اچھا خیال کرتے ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔

(1) لذت کے لئے محبت: جیسے شوہر کا بیوی سے محبت کرنا۔

(۲) نفع کے لئے محبت۔

(۳) فضیلت کی وجہ سے محبت۔

محبت کی اصل دل میں ایک قوت ہے جو محبوب اور پسندیدہ چیز کو پالینے اور مکروہات کو دفع کرنے پر آمادہ کرتی ہے اس لئے نفس پسندیدہ چیز کی طرف مائل ہوتا ہے اور مکروہ چیز سے ابا محسوس کرتا ہے۔[۲]

کسی چیز سے محبت یا نفرت فطری یا کسبی ادراک پر مبنی ہوتی ہے۔اسی طرح محبت معرفت اور ادراک کا ثمرہ ہے اس لئے جب معرفت کامل ہوگی تو محبت قوی ہوگی اور اگر یہ ناقص ہوگی تو محبت کم ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ ادراک اور معرفت میں تفاوت کی بنا پر اشخاص اور دیگر بہت سی چیزوں میں فرق پایا جاتا ہے۔اگر انسان کے پاس معرفت اور ادراک کے وسائل صحیح ہیں تو یہ نفع بخش چیز سے محبت کریگا ورنہ ضرر رساں چیزوں کو اپنائے گا اور یہ خیال کریگا کہ یہ نفع بخش ہیں اور فاسد کو صالح تصور کرے گا۔

تفصیل مذکور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبت نام ہے فطری، ادراکی اور معرفتی طور پر دل کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جو اس کے موافق ہوتی ہے اور اسے اچھا سمجھتی ہے۔

قرآن وحدیث میں لفظ محبت:

قرآن اور حدیث میں لفظ محبت طبعی اور فطری ہر دو معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

فطری اور طبعی محبت جیسے باپ، بیٹوں، بیویوں، مال اور ہر طرح کی لذتوں اور شہوتوں سے محبت۔

---

1) لسان العرب: ابن منظور مادہ، حبب 1/289۔ (اختصار کے ساتھ)

2) مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ: 10/192۔

اللہ نے فرمایا ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ (سورہ آل عمران:14)

ترجمہ: مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہے۔ جیسے عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے، نشان دار گھوڑے، چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔

سورہ فجر میں فرمایا: ﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (سورہ فجر:20)

ترجمہ: اور تم مال کو بہت زیادہ عزیز رکھتے ہو۔

بڑھے کا دل دو چیزوں کے لئے جوان ہوتا ہے، دنیا کی محبت اور لمبی عمر کی تمنا۔[1]

یہ فطری محبت ہے جہاں تک شرعی محبت (اللہ اور رسول کی محبت) کا معاملہ ہے تو اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) قرآن اور حدیث میں لفظ "حب" مومن بندوں کے لئے اللہ کی محبت کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔

سورہ مائدہ میں فرمایا: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (سورہ مائدہ:54)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لائیگا جن سے یہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورہ بقرہ:222)

ترجمہ: اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا ہے جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے بندے پر میں نے جو چیزیں فرض کی ہیں ان کی ادائیگی ہم کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے نوافل کے ذریعہ بندہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔[2]

حدیث اور آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محبت، اللہ اور اس کے مومن بندوں کے درمیان ایک تعلق ہے۔ لیکن اللہ کا اپنے بندوں سے محبت کرنا اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو مخلوق کی صفات سے مختلف ہے۔

جمہور سلف صالحین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ بندوں سے محبت کرتا ہے اور یہ اس کی صفات میں سے ہے اور یہ محبت ایسے ہے جو بنا کیفیت، تاویل، یا بنا مخلوق کی صفات اور خصائص کے اللہ کے لائق اور مناسب ہے۔ جمہور اس بات کو بھی ثابت کرتے ہیں کہ بندے حقیقی معنی میں اللہ سے قلبی محبت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"اور یہ محبت برحق ہے جیسا کہ قرآن وحدیث نے اس کی صراحت کی ہے۔ سلف امت، اس کے ائمہ، اہل سنت، اہل حدیث اور وہ مشائخ جن

---

1) صحیح بخاری:8/111۔

2) صحیح بخاری 8/131۔

کا اتباع کیا جاتا ہے اور ائمہ تصوف سب اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے حقیقی محبت کی جاتی ہے اور یہ محبت کا کامل ترین درجہ ہے

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں۔[1]

اس امر کے واضح ہونے کے باوصف ہوا پرستوں میں سے جھمیہ اور ان کے پیروکار متکلمین نے بندوں کے لئے حب اللہ کی صفت کو نہیں مانا۔ یہ حب اللہ کی تاویل بندوں پر ارادہ احسان یا احسان و انعام سے کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ سے بندوں کی محبت کی تاویل یہ کی ہے کہ یہ اس کی اطاعت یا احسان وثواب کی محبت ہے۔[2]

یہ تاویل غلط ہونے کے ساتھ ساتھ انکار محبت کی طرف لے جاتی ہے جب محبت باطل ہوگی تو ایمان و احسان کے سارے مقامات بھی باطل ہو جائیں گے کیونکہ یہ دینی اعمال کی اصل ہے ان کا محبت سے انکار حقیقت اسلام سے انکار کرنا ہے۔ تابعداری، محبت اور اللہ کی اطاعت میں اپنے کو اس کے حوالے کر دینا اسلام ہے۔ اس لئے جس دل میں اللہ اور رسول کی محبت نہ ہو اس کے یہاں ایمان مفقود ہوگا۔ (معتزلہ کی اس کی فکر کی تردید کے لئے دیکھیں)۔[3]

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

مسلمان کے دل کا رسول کی طرف اس طرح مائل اور راغب ہونا کہ والد، اولاد، دنیا کے سارے لوگ اور ہر محبوب اور پسندیدہ چیز کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایثار نمایاں ہو کیونکہ اللہ نے آپ کو پاکیزہ خصلتوں، اونچے اخلاق اور عظیم شمائل سے نوازا ہے اور آپ کے ہاتھوں امت کے لئے بہت سا خیر و برکت جاری ہوئی۔ اللہ نے ان کی بعثت کے ذریعہ بندوں پر احسان کیا ہے ان کے علاوہ اور بہت سے اسباب شرعاً وعقلاً رسول کی محبت کو واجب قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی قاضی عیاض کے قول کی تلخیص کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ محبت کی اصل یہ ہے: "محبت کرنے والے کا اپنے موافق چیز کی طرف مائل ہونا، یہ میلان کبھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان اس سے لذت محسوس کرتا ہے اور اسے اچھا سمجھتا ہے جیسے حسین شکل وصورت، اچھی آواز، عمدہ کھانا وغیرہ اور کبھی باطنی معانی کے پیش نظر اپنی عقل سے لذت حاصل کرتا ہے جیسے صالحین، علماء اور عام اہل فضل سے محبت کرنا کبھی محبت اس وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ آدمی نے اس پر احسان کیا ہے اور اس سے ضرر رساں اور ناپسندیدہ چیز کو دور کیا ہے یہ سارے معانی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مکمل طور سے موجود ہیں کیونکہ آپ جمال ظاہر و باطن کے جامع اور جملہ فضائل سے مزین تھے، آپ نے صراط مستقیم اور ہمیشگی کی نعمتوں کی رہنمائی کی اور جہنم سے دور کیا۔[4]

رسول سے مسلمان کی محبت قلبی اور وجدانی عمل ہے جس کا پاکیزہ احساس یہ اپنے دل پر پاتا ہے جو اس میں جوش مارتا ہے ایمان میں قوت اور ضعف کے پیش نظر بھلے ہی اس محبت کے شعور کے مراتب میں تفاوت کیوں نہ ہو۔ یہ محبت عقلی امر نہیں ہے کہ یہ محض دلی میلان

---

1) مجموع الفتاوی ابن تیمیہ: 1/66۔

2) الکشاف: زمخشری: 622_1/621۔

3) مجموع الفتاوی: ابن تیمیہ 6/477، مدارج السالکین ابن قیم 3/918۔

4) صحیح مسلم بشرح النووی: 2/14۔

اور جھکاؤ ہے جیسا کہ بیضاوی کی رائے ہے حافظ ابن حجر نے "ان یکون اللہ ورسولہ أحب إلیہ مما سواھما" کی شرح کے وقت قاضی بیضاوی کے قول کو نقل کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہاں محبت سے مراد حب عقلی ہے جس کے رجحان کا عقل سلیم متقاضی ہے چاہے وہ خواہشات نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جیسے بیمار دوا کو ناپسند کرتا لیکن عقلی تقاضے کے مطابق اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کو کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔

اگر آدمی غور کرے کہ شارع اسی چیز کا حکم دیں گے یا اسی چیز سے روکیں گے جس میں دنیاوی خیر وصلاح یا آخرت کی نجات کا راز مضمر ہے اور عقل اس کے رجحان کا متقاضی ہے تو اللہ کے حکم کی پاسداری کے سلسلہ میں اس کی ایسی مشاق ہو جائے گی کہ اس کی خواہش اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے گی اور اس سے عقلی طور پر لذت اندوز ہوگا عقلی لذت اندوزی یہ ہے اس چیز کا ادراک جس میں خیر وکمال ہو۔[1]

تیسیر العزیز الحمید کے مؤلف نے اس فکر کی تردید کی ہے۔۔۔۔۔ان کا کلام جہمیہ اور ان کے ہم فکر لوگوں کے قواعد پر مبنی ہے جو مومنوں کا اپنے رب سے اور رب کا مومنوں سے محبت کرنے کی نفی کرتے ہیں حالانکہ اس کے برعکس ہے حدیث کا مقصود یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول بندے کے نزدیک سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں اور محبت قلبی ہو"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہا ان کا یہ کہنا کہ محبت صرف ایثار کا نام ہے۔ جس کے رجحان کا عقل متقاضی ہے چاہے خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جیسے بیمار فطری طور پر دوا سے نفرت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔یہ چیز بعض امور میں محبت کی نشانی اور اس کا لازمہ بن سکتی ہے نہ کہ یہی محبت ہے۔[2]

پھر عقل کا کمال خیر یا کسی دوسرے عمدہ معانی کے صرف ادراک ہی میں کافی نہ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف دلی میلان اور نفسیاتی تعلقات ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیتے ہوں چاہے نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔اس کی حالت کو کڑوی دوا لینے والے مریض کی حالت سے تشبیہ دینا جو دوا سے نفرت کرتا ہے لیکن اس کی عقل اس کو کھانے کے لیے مائل کرتی ہے مناسب نہیں ہے۔کیونکہ جس کی اللہ اور رسول سے محبت مریض کی کڑوی دوا کے مانند ہو تو یہاں مناسب یہ ہوگا کہ کہا جائے اس نے ایمان کی کڑواہٹ کو پالیا نہ کہ شیرینی کو۔

ایمان کی حلاوت کو وہ پائے گا جس کی خواہشات اور دل اس محبت میں عقل کے معاون اور مددگار ہوں اور اس کے شانہ بہ شانہ چلیں۔

اگر کچھ لوگوں نے حب اللہ اور حب رسول کی تفسیر حب عقلی سے کی ہے تو کچھ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ محبت رسول کا مطلب آپ کی اطاعت ہے لیکن یہ فکر صحیح نہیں ہے۔کیونکہ آپ کی محبت آپ کی اطاعت کی اساس ہے اور اطاعت محبت کے لئے شرط اور اس کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح یہ محبت آپ کی تعلیمات کی عظمت، اخلاق کی بلندی اور آپ کی شخصیت سے فریفتگی سے زائد امر ہے۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں اور رسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے یہ رسول کی عظمت اور ان سے اپنی حیرت انگیز فریفتگی کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوصف ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ فریفتگی حب شرعی ہے یہاں تک کہ اس کے ساتھ ساتھ ایمان پایا جائے۔

---

1) فتح الباری: ابن حجر 60-1/61۔

2) تیسیر العزیز الحمید: سلیمان بن عبداللہ 477/476۔

آپ کے چچا ابو طالب آپ سے محبت کرتے تھے آپ کی نگرانی کرتے تھے جتنا ہوسکتا تھا آپ سے قریش کی ایذاؤں کو دفع کرتے تھے،اس کے باوجود اسلام پر ایمان اور اس کی محبت کا پھل کے ان کے دل میں نہ لگ سکا۔وجہ یہ تھی کہ رسول سے ان کی محبت محض قرابت عصبیت اور جاہلی حمیت کی بنا پر تھی۔

اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ رسول کی حقیقی محبت شرعی،ارادی،اور اختیاری محبت ہے،اور دلی اعمال کی وجہ سے یہ عمل قلبی ہے اور مسلمان کو رسول سے جوڑنے کا سب سے مضبوط واسطہ ہے یہ اس کے دل،فکر اور ارادوں کو اس چیز کے حاصل کرنے کے لئے آمادہ کرتی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے درمیان تعلق:

دونوں محبتوں کا تعلق ایسے ہے جیسے فرع کا اصل سے اور تابع کا متبوع سے،رسول سے ہماری محبت اللہ کی محبت کے تابع ہے کیونکہ یہ شرعی اور دینی محبت کی اساس اور اسکی بنیاد ہے اور اس کے علاوہ جتنی شرعی محبتیں ہیں وہ سب اس کے تابع ہیں جیسے انبیاء اور صالحین کی محبت۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

”مخلوق میں مومن سب سے زیادہ اپنے رب سے محبت کرتے ہیں دنیا میں اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کی ذات سے ہر اعتبار سے محبت کی جائے۔اللہ کے علاوہ جس کسی سے محبت کی جاتی ہے وہ اس کی محبت کے تابع ہوتی ہے۔رسول سے محبت کی جاتی ہے اللہ کی وجہ سے،ان کا اتباع کیا جاتا ہے اللہ کی وجہ سے،ان کی اطاعت کی جاتی ہے اللہ کی وجہ سے،جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے.﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾(سورہ آل عمران:31)”کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا“

اسی بنا پر ایک کی محبت دوسرے کی محبت سے جدا نہیں ہوسکتی،جس نے اللہ محمد ﷺ اور سارے انبیاء سے محبت کی تو اس کی محبت کامل ہوگی۔اگر کوئی یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور رسول سے نہیں والعکس تو اس کا عقیدہ فاسد ہوگا اور یہ آدمی گمراہ تصور کیا جائے گا۔

رسول سے محبت کرنی واجب:

محبت رسول ایمان کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصل ہے ایمان کے وجود کا دارومدار اسی پر ہے مسلمان اس وقت کامیاب ہوگا جب اس کے دل میں رسول سے سب سے زیادہ محبت ہو قرآن اور حدیث میں اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾(سورہ توبہ:24)

ترجمہ:کہہ دو کہ تمہارے باپ،تمہارے لڑکے تمہارے بھائی،تمہاری بیویاں،تمہارے کنبے قبیلے،تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنھیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز

ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت میں اللہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے مقابلے میں اپنے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبت کرتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کے عذاب کا انتظار کریں۔

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ واجب چیز کے چھوڑنے یا حرام کام کرنے ہی پر اس طرح کی دھمکی دے گا۔

اس آیت میں اللہ نے آٹھ طرح کے لوگوں اور چیزوں کا تذکرہ کیا ہے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان، کمایا ہوا مال تجارت، گھر بار یہ ساری چیزیں اقتصادی اور معاشرتی روابط کی نمائندگی کرتی ہیں اگر مسلمان کے دل میں ان کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت غالب نہ ہو تو یہی چیزیں آدمی کو زمین کی طرف کھینچ لیں گی اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بوجھل کر دیں گی۔

ابن قیم جوزیہ صراحت کرتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو آدمی، رسول کو اپنے نفس سے زیادہ عزیز نہ رکھے وہ مؤمن نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ اولویت دو چیزوں کو شامل ہے:

(1) رسول کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہو۔

(۲) بندے کا اپنے او پر کوئی حکم نہ ہو بلکہ اس کے نفس پر اللّٰہ کے رسول کا حکم ایسے نافذ ہو جیسے آقا اپنے غلام اور باپ اپنے بیٹے پر حکم چلاتا ہے بلکہ رسول کا حکم اس سے بڑھ کر ہو۔[1]

بہت سی ایسی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں جو ان دونوں آیتوں کے مدلول پر بڑے بلیغ انداز میں روشنی ڈالتی ہیں اور حب رسول کو بڑے تاکیدی انداز میں بیان کرتی ہیں۔ ذیل میں بخاری کی دو روایتوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔[۲]

اسی طرح فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور دنیا کے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب وب نہ ہو جاؤں۔[۳]

واضح ہوا کہ محبت رسول واجبات ایمان اور اس کے لوازم میں سے ہے اور بنا اس کے ایمان متحقق نہ ہوگا اور اس کے بنا کسی آدمی پر ایمان کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور حدیث میں جو ایمان کی نفی کی گئی ہے وہ ایمان واجب کے کمال کی نفی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسری محبت راجح اور غالب نہ ہو۔ اگر یہ محبت ان اوصاف کے ساتھ پائی جائے تو یہ کمال ایمان کی دلیل ہے لیکن اگر مذکورہ طریقے سے نہیں پائی جارہی ہے تو یہ شخص وعید کے تحت آئے گا کیونکہ اس نے ایمان کے اس واجب امر کے اندر کمی کر دی جس کے بغیر ایمان پورا نہیں ہوسکتا۔

---

1) الرسالة التبوكية: ابن قيم 21-22۔

2) صحيح بخاری: 1/10۔

3) صحيح بخاری: 1/10۔

قرآن وحدیث سے حب رسول کے وجوب کے ثابت ہونے کے بعد ہم یہاں یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس محبت کے دو درجے ہیں۔

(1) **فرض:** یہ وہ محبت ہے جو اس بات کی متقاضی ہے کہ اللہ کے یہاں سے رسول جو کچھ لے کر آئے ہیں سب کو قبول کرلیں، ان سے محبت کریں، ان کی تعظیم وتکریم کریں، آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے ہدایت طلب نہ کریں، رسول کا اتباع کریں ان کے دین کی مدد کریں، ان کی مخالفت کرنے والوں سے حتی المقدور جہاد کریں، یہ چیزیں ضروری ہیں ان کے بغیر ایمان مکمل نہ ہوگا۔

(2) **فضل:** یہ محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ اچھے ڈھنگ سے آپ کی اقتداء کی جائے، سنن، نوافل، کھانے، پینے، لباس، آداب، اور اخلاق وغیرہ میں آپ کی پیروی کی جائے آپ کی سیرت اور غزوات کو پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، دل میں آپ کے کلام کے سننے کی چاہت اور خواہش ہو اور آپ کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دی جائے اور سب سے بڑی اقتداء یہ ہے کہ جس طرح آپ دنیا سے بے راغب تھے آخرت کی طرف پوری توجہ تھی اور معمولی چیزوں پر اکتفا کئے ہوئے تھے اس میں بھی آپ کے اسوہ کو اپنایا جائے۔[1]

ہم رسول ﷺ سے کیوں محبت کرتے ہیں؟

بعض اسباب اور محرکات کی بنا پر انسان کے دل میں کسی کی محبت بڑھتی ہے، اور محبوب سے ملنے کے لئے اس کو تڑپاتی ہے۔

محبوب چیز میں تنوع کی بنا پر اس میں زیادتی کے اسباب ومحرکات مختلف اور جدا جدا ہوا کرتے ہیں، بعض محبتیں ایسی ہوتی ہیں جسکا محرک حسی یا عقلی یا قلبی ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ محبوب کے اندر کمال، جمال احسان یا اسکے علاوہ کوئی دوسری خوبی یا صفت پائی جاتی ہے جو محبت پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر ہم حب رسول کے سلسلہ میں غور کریں تو پائیں گے کہ اس پر آمادہ کرنے والی چیزیں متنوع اور متعدد ہیں. کیونکہ اللہ نے آپ کو مختلف قسم کے فضائل سے نوازا تھا۔ آپ کے ہاتھوں امت کے لئے بہت سے خیر کے چشمے پھوٹے تھے کل ملا کر اس کی زیادتی کا سبب آپ کی صفات اور خصوصیات ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1) رسول سے مسلمان کی محبت اس بات کے تابع ہے کہ رسول، اللہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ حب اللہ شرعی محبت کی اساس اور بنیاد ہے کیونکہ اللہ محبوب بالذات ہے اور اس کے علاوہ جس کسی سے شرعی محبت کی جاتی ہے تو اس کی محبت حب اللہ کے تابع ہوتی ہے جیسے انبیاء، رسولوں اور صالحین سے محبت، اسی طرح ان اعمال واخلاق کی محبت جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اس لئے جس نے اللّٰہ سے محبت کی اس نے اس کے رسول سے حب اللہ کی وجہ سے محبت کی۔ رسول سے اللّٰہ کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے اور اللہ ہی کی وجہ سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔[2]

(2) اللہ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت محمد ﷺ کو چن لیا اس لئے اللّٰہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی محبت حب اللہ کے لوازم میں سے ہے۔ اللہ نے اپنی رسالت کے ذریعہ محمد ﷺ کو چنا اور ان کو خاتم النبیین بنایا آپ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور رب العالمین کے حبیب ہیں۔

---

1) استنشاق نسیم الانس: ابن رجب 34/35۔

2) مجموع الفتاوی: ابن تیمیہ 10/649۔

رسول ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ نے اولاد اسرائیل سے کنانہ کو چنا، کنانہ سے قریش کو منتخب کیا اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔[1]

آپ ﷺ نے فرمایا ہے قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی، میں سب سے پہلے سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب اللّٰہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے کہ وہ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں، پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔[2]

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"اس باب کی حدیث میں قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ دلوں میں اس کی محبت ہو جاتی ہے، اس کی طرف لوگوں کا میلان بڑھ جاتا ہے لوگ اس سے راضی ہوتے ہیں، اس سے یہ بات بھی اخذ کی جاتی ہے کہ کسی سے لوگوں کا محبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللّٰہ اس سے محبت کرتا ہے۔"[3]

جب یہ اللّٰہ کے عام بندوں کا حال ہے تو مخلوق کے سب سے افضل حضرت محمد ﷺ اس محبت کے زیادہ حقدار ہیں اور جس طرح آپ کو محبت اور قبولیت حاصل ہوئی اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ رسول سے مسلمانوں کی محبت منقطع النظیر ہے یہاں تک کہ جن لوگوں نے آپ سے دشمنی کی وہ بھی آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

رسول سے حب اللہ کے مظاہر:

(1) مقام نبوت اور رسالت کے لئے آپ کا انتخاب:

اللہ اس کے لئے اسی کو منتخب کرے گا جس سے محبت کرتا ہو اور اس سے راضی ہو جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ (سورہ حج: 75)

ترجمہ: اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہونچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

سورہ انعام میں فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (سورہ انعام: 124)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کا کون سا محل ہے اور اپنی پیغمبری کسے عنایت کرے۔

(2) قرآن اتار کر آپ کو مشرف کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ

1) صحيح مسلم: 4/1782۔
2) صحيح بخاری 8/17۔
3) فتح الباری 10/462۔

جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (سورہ شوریٰ:52)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے۔ اس سے پہلے تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں بلاشبہ تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔

(3) رفع ذکر سے عزت افزائی کرنا:

اللہ نے آپ کا سینہ کھولا، بوجھ کو ختم کیا، آپ کے ذکر کو بلند کیا، آپ کے مقام کو اونچا کیا اور ان امور کے ذریعے آپ کی عزت افزائی کی۔

سورہ شرح میں اس کا بیان آیا ہے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ [1] وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ [2] الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ [3] وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (سورہ شرح:1-4)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا (بیشک کھول دیا) اور تم سے بوجھ بھی اتار دیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی اور تمہارا ذکر بلند کیا۔

(4) ملاءِ اعلیٰ میں قیامت تک کے لیے اللّٰہ کا اپنی رحمت اور فرشتوں کی دعا کے ذریعہ محمد ﷺ کی تکریم کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (سورہ احزاب:56)

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجتے رہو۔

یہاں اللہ کی جانب سے صلاۃ نبی کی تعریف اور فرشتوں کی جانب سے صلاۃ آپ کے لیے دعا کو متضمن ہے۔

(5) خلت کے مقام پر آپ کو فائز کرنا:

یہ محبت سے اونچا مرتبہ ہے یہ حضرت ابراہیم اور محمد ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں میرا کوئی خلیل نہیں اللّٰہ نے مجھے ایسے ہی اپنا خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا سنو! تم سے پہلے کے لوگ اپنے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنایا کرتے تھے۔ سنو! تم لوگ قبروں کو مسجد نہ بناؤ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔[1]

(6) اللہ تعالیٰ کا آپ کو رحمۃ للعالمین بنانا:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانوں اور جناتوں کے لیے رحمۃ للعالمین بنایا ہے مومنوں کے لیے آپ باعث رحمت ہیں کہ ان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات ملے گی اور کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں اور وہ اس اعتبار سے کہ ان کو مہلت دی گئی ہے اور ان سے قیامت تک کے لیے عذاب کو مؤخر کیا گیا ہے۔

---

1) صحیح مسلم:385-1/386۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ ترجمہ: ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

(7) سارے انبیاء پر آپ کو خصوصیت اور فضیلت بخشنا:

آپ کو سارے انبیاء پر فوقیت دی گئی اور امتیاز عطا کیا گیا۔ پچھلی امتوں کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا لیکن آپ کے لیے اسے حلال کر دیا گیا۔ رعب کے ذریعہ آپ کی مدد کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت پر دشمنوں کو ہم سے مرعوب کر کے ہماری مدد کی گئی۔ پوری زمین ہمارے لئے مسجد اور باعث طہارت بنائی گئی۔ ہماری امت کے لیے جائز ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کرے۔ ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا۔ ہم سے پہلے یہ مال کسی کے لیے حلال نہ تھا، مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ ہم سے پہلے انبیاء خاص علاقوں میں بھیجے جاتے تھے لیکن مجھے سارے لوگوں کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔[1]

(8) مقام محمود پر آپ کو فائز کرنا:

یہی شفاعت کبریٰ ہے جس میں آپ اللہ سے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی سفارش کریں گے سب سے پہلے آپ کی قبر پھٹے گی، سب سے پہلے آپ سفارش کریں گے، سب سے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ آپ صاحب حوض کوثر ہیں سب سے پہلے آپ کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

(9) اپنی امت کے لئے کمال رافت ورحمت، ان کی ہدایت کے لیے آپ کی شدید تڑپ اور ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کرنا:

آپ نے اس تعلق سے زبردست محنت کی تھی یہاں تک کہ اس بات کا خوف تھا کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو آپ کی جان ہی نہ چلی جائے۔ اس کی تصویر کشی قرآن نے اس طرح کی ہے۔ ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ شوریٰ:3)

ترجمہ: ان کے ایمان نہ لانے پر شاید تم اپنی جان ہی کھو دو گے۔

سورہ انبیاء میں فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (سورہ انبیاء:104) ترجمہ: اور ہم نے تم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ حنین کی لڑائی میں آپ کو مال غنیمت ملا تو آپ نے تالیف قلب کے لئے اسے بہت سے لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس کی وجہ سے شاید ان لوگوں کا من موٹا ہو گیا کہ دوسرے لوگوں کو جو ملا وہ ان کو نہ ملا۔ نبی ﷺ نے تقریر کی، اور انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا" اے انصار کی جماعت! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تو اللہ نے تم کو میرے ذریعہ ہدایت دی، تم الگ الگ تھے میرے ذریعہ تمہاری شیرازہ بندی کر دی۔ تم محتاج تھے اللہ نے میرے ذریعہ تم کو مال دار کر دیا۔ جب جب آپ کوئی بات

---

1) صحیح بخاری:91-1/92۔

کہتے تو یہ لوگ اس کے جواب میں کہتے کہ اللہ اور رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔آپ نے کہا کون سی چیز تم کو روک رہی ہے کہ تم اللہ کے رسول کو جواب نہ دو۔آپ جب کچھ فرماتے تو انصار یہی کہتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان زیادہ ہے۔آپ نے فرمایا نہیں تم بھی یہ کہہ سکتے ہو۔(اور اپنا احسان جتلا سکتے ہو کہ) آپ ہمارے پاس اس اِس حال میں آئے تھے۔بھلا تم کو یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ وغیرہ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے پیغمبر کو لے کر جاوَ! دیکھو اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی تو میں بھی ایک انصاری ہوتا اور انصار سے مجھے اتنی الفت ہے کہ اگر دوسرے لوگ ایک راستے سے جائیں تو میں انصار کے راستے پر چلوں،انصار میرے استر ہیں اور دوسرے ابرہ۔دیکھو میرے بعد تمہاری حق تلفی ہوگی تم صبر کرو یہاں تک کہ ہم سے حوض کوثر پر ملو۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر نبی کی ایک مقبول دعا ہوتی ہے تمام انبیاء نے دنیا میں وہ دعا مانگ لی ہے میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لئے مؤخر کر رکھی ہے میری یہ سفارش میری امت کے ہر اس آدمی کو حاصل ہوگی جو توحید پر مرا ہے اور اس نے شرک نہیں کیا ہے۔[2]

جو نبی اپنی امت کے لئے اس طرح کی رحمت محبت،مودت،الفت اور شفقت کا جذبہ رکھتا ہو تو مسلمانوں کا دل ان کی طرف ضرور مائل ہوگا اور مسلمان ان کی محبت کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنائیں گے۔

(10) رسول کا امت کی خیر خواہی کرنا:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ہر اس خیر کی طرف رہنمائی کی ہے جو ان کو اللہ کے قریب کر دے اور ہر اس شر اور برائی سے ڈرایا ہے جو دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے۔دنیا میں عزت اور غلبہ اور آخرت میں سعادت اس وقت حاصل ہوگی جب نبی کی سنت کا اتباع کیا جائے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورہ النحل:97)

ترجمہ: مرد وعورت میں سے جس نے نیک کام کیا اس حال میں کہ وہ مومن ہے تو ہم اسے بہت شاندار زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

فطری طور پر آدمی اس سے محبت کرتا ہے جس نے اس کے اوپر ایک یا دو بار احسان کیا ہو۔اس لئے ان کی محبت کا کیا حال ہوگا جنہوں نے اپنی امت کے ساتھ بے پناہ ہمدردی اور خیر خواہی کی۔آپ کی پوری زندگی امت کی فلاح وبہودی،تعلیم وتربیت اور ان کی روح اور بدن کی تہذیب اور تزکیہ کے لیے وقف تھی۔اللہ کے حکم سے آپ نے بنی نوع انسان کو سیدھا راستہ دکھایا جب کہ پوری انسانیت جہالت اور ضلالت کی مہیب تاریکی میں بھٹک رہی تھی اگر رسول اکرم کی بعثت اور رسالت کے ذریعہ اللہ لوگوں پر اپنا رحم وکرم نہ کرتا تو لوگ ضلالت اور گمراہی میں ہوتے۔

---

1) صحیح بخاری:5/2000،صحیح مسلم2/738۔

2) صحیح مسلم:1/189۔

(11) پوری مخلوق میں آپ کو بلند اخلاق اور عمدہ خصلتوں کے ذریعہ ممتاز کرنا:

اگر آپ کو معجزات سے نہ نوازا جاتا تو آپ کے عظیم اخلاق ہی آپ کی نبوت کی صداقت اور رسالت کی تعلیم کی رفعت کے لئے کافی تھے۔ آپ کی سیرت طیبہ اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنے والا دیکھے گا کہ رسول اللہ ﷺ تمام اخلاقی امور میں سب سے اعلیٰ تھے آپ کے اخلاق کی بلندی کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے۔ ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

رسول ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بااخلاق، سب سے زیادہ وسیع الظرف، کشادہ دل اور سب سے زیادہ سچے تھے، آپ کا خاندان سب سے زیادہ باعزت تھا، آپ سب سے زیادہ عہدو پیمان کو پورا کرنے اور رشتوں کو ملانے والے تھے۔ ہر نیک کام سے قریب رہتے تھے اور ہر بدی سے دور، حق ہی کہتے تھے، سچا وعدہ کرتے تھے، بڑے سخی تھے، آپ نے کبھی کسی مانگنے والے کو واپس نہیں کیا اور نہ ہی کبھی یہ کہا کہ جاؤ نہیں دیں گے، آپ نے لوگوں کو اس آدمی کے مانند نوازتے تھے جسے فقر و مسکنت اور اپنے مال کے ختم ہونے کا خوف نہ ہو۔ آپ بہت بہادر تھے، زبردست لڑائی میں صحابہ کرام آپ کے پاس آ کر پناہ لیتے تھے، اللہ کے راستے میں پہنچنے والے ہر دکھ، تکلیف اور ہر بری چیز پر صبر کرتے تھے، اور اجر و ثواب کے امیدوار ہوتے تھے آپ کے غصہ پر بردباری غالب تھی، اور قدرت پانے کے بعد آپ معاف کر دیتے تھے، رحم دل اور پاکیزہ نفس تھے، خلقی، خُلقی اور قول و عمل میں ہر اعتبار سے اللہ نے کامل بنایا تھا، اللہ نے آپ کے دل و دماغ کو سکون و اطمینان عطا کیا تھا، اس نے آپ کو حسن قبول سے نوازا تھا، لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہوتے تھے اور ان کی نکیل آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی، لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے، لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت رچی بسی ہے اور ہر نفس آپ کے لیے ہر عمدہ اور قیمتی چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

جن کا یہ مقام و مرتبہ ہے وہ اس لائق ہیں کہ ان کی محبت کے لئے دل ان کی طرف مائل ہو۔ جس قدر آدمی آپ کی سیرت و اخلاق سے مطلع ہوگا اسی قدر آپ کی محبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کے اخلاق حسنہ اور عمدہ معاملات کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے امت میں آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

یہ چند چیزیں ہیں جو نبی اکرم کی محبت کی موجبات اور محرکات میں سے ہیں۔ مسلمان کے دل میں گناہ یا فانی دنیا کی طرف توجہ کی وجہ سے یہ محبت کمزور پڑ سکتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان اسباب کو پنائے جو حب رسول میں اضافہ کریں۔

حب رسول میں اضافہ کرنے والی چیزیں

کسی کی یاد، اس کے بارے میں غور وفکر، آثار کا مشاہدہ اور اس کے تعلق سے معلومات اور معرفت، محبت اور الفت کا سبب بنتی ہے اور اس کو بڑھاتی ہے اور نفس محبوب چیز کو پالینے کا حریص ہوتا ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو مسلمان کو رسول سے محبت کرنے پر آمادہ کرتی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(1) رسول ﷺ اور آپ کے احوال کو جاننا:

معرفت کا محبت سے گہرا تعلق ہے اگر مسلمان اپنے رسول حضرت محمد ﷺ ان کی عظیم شخصیت اور دنیا و آخرت میں ان کے اونچے مقام کو نہ جانے اور اس بات سے واقف نہ ہو کہ ان کی ذات کتنی مقدس اور بابرکت ہے اور اللہ کے یہاں ان کا مرتبہ کتنا بڑا ہے؟ تو اس کے یہاں رسول کی محبت کمزور ہوگی جو شعور و وجدان کے ایک کونے میں سمٹی پڑی رہے گی۔ اگر مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں رسول کی محبت بڑھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ رسول کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور آپ کی زندگی کی تفصیلی جانکاری حاصل کرے، سیرت و شمائل کا گہرائی سے مطالعہ کرے تاکہ ان سے عبرت پکڑے اور دوران مطالعہ رسول ﷺ کے ساتھ زندگی گزارے اور ان حوادث اور مشکلات کے بارے میں غور کرے جن کا آپ نے مقابلہ کیا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے بارے میں غور کرے کہ ان کی معاشی حالات کتنی خراب تھی، کتنے مشکل حالات کا مقابلہ کیا تھا، کس طرح ان لوگوں نے بے سروسامانی میں دشمنوں سے جہاد کیا تھا اور اپنے نبی سے کس طرح محبت کرتے تھے؟ الغرض رسول کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی محبت بھی اسی مقدار میں بڑھتی جائے گی۔

(2) آپ کی تعلیمات کی جانکاری اور قولاً وعملاً ان کو بجالانا:

رسول کی سنت کی جانکاری، اس میں غور وفکر اور دین کے سارے امور میں اس طرح آپ کی پیروی کرنا کہ آدمی کو یقین ہو جائے کہ وہ اتباع میں صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ یہ رسول کو دین کے ہر کام میں اپنے آگے رکھتا ہے گویا یہ رسول کے صحابہ میں سے ایک فرد ہے آپ کے حکم کی پیروی کرتا ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے ان سے دور رہتا ہے۔ مسلمان جس قدر سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوگا دل اور اعضاء و جوارح کو اس کے تابع کرے گا تو یہ ساری چیزیں رسول کی یاد اور محبت پر آمادہ کریں گی۔

جب محبت معرفت اور یاد سے وابستہ ہے تو آپ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے محدثین ہیں جو علماً وعملاً اور روایۃً و درایۃً سنت میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ امت میں آپ کے اقوال و افعال اخلاق اور شمائل کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آپ کی محبت میں سے اگر ان کے نصیبہ میں صرف صلاۃ وسلام ہو تو عزت و شرف کے لئے یہی کافی ہے۔

(3) اس بات کی معرفت کہ اللہ نے اس نبی کے ذریعہ لوگوں پر بڑا احسان کیا ہے:

اس معرفت کے بڑے اسباب میں سے اس بات میں غور وفکر کرنا ہے جو امت کو اس نبی کی بعثت اور ان پر نزول قرآن کے ذریعہ فائدہ حاصل ہوا۔

آپ دنیا اور آخرت میں اس امت کی کامیابی کا سبب ہیں ۔اس امت کو جو ہر طرح کا خیر،عزت اور سعادت ملی یا حاصل ہوگی وہ آپ کے اتباع کے مرہون منت ہے ۔ہر مصیبت جس سے امت دو چار ہوئی وہ آپ کی شریعت کی مخالفت کا نتیجہ تھا،آدمی کو سوچنا چاہیے کہ اگر اس کے پاس رسول نہ آتے تو امت کی کیا حالت ہوتی ؟اور آپ کی بعثت سے پہلے لوگ کس طرح جہالت اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے؟لیکن آپ کی بعثت اور نزول قرآن کے بعد ان کی حالت کس طرح بدل گئی،کس طرح اللہ نے بکھرے ہوئے شیرازہ کو اکٹھا کر دیا،ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور اللہ نے آپ کے ذریعہ اس امت کو رفعت وسربلندی عطا کی اور ان کو کفر کی بھیانک تاریکی سے اسلام کی روشنی کی طرف نکالا، اس کی تصویر کشی اللہ نے اس طرح کی ہے ۔﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ[15] يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(سورہ مائدہ:15-16)

ترجمہ:تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنی رضا جوئی تلاشنے والوں کو سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے ۔

(4) آپ پر کثرت سے درود وسلام بھیجنا:

مسلمان کے دل کو رسول سے جوڑنے کا یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے،یہ ہمیشہ آپ کی یاد دلاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(سورہ الأحزاب:56)

ترجمہ:اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو!تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو ۔

رسول ﷺ نے امت کو صلاۃ وسلام کی ترغیب دی ہے فرمایا:جو آدمی میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اس پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ۔[1]

1) صحیح مسلم:1/306۔

محبت رسول کے مظاہر

اگر چہ محبت دل کا عمل ہے پھر بھی قولی اور عملی اعتبار سے اس کے آثار اعضاء و جوارح پر نمایاں ہوتے ہیں، محبت ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے دعوؤں کے پیچھے چھپ سکتی تھی اس لئے ضروری ٹھہرا کہ حب رسول میں صادق اور کاذب کے درمیان فرق کیا جائے۔

یہ بات ہمیشہ سے جاری وساری ہے کہ بنا ثبوت کے دعوے قبول نہیں کئے جاتے۔ اگر لوگوں کو ان کے دعوؤں کے مطابق دے دیا جائے اور ان کی ہر بات بنا تحقیق کے مان لی جائے تو حق اور عدل کا پیمانہ الٹ جائیگا۔

مختلف قسم کی بدعتوں کو رواج دینے کے لئے اللہ، رسول یا صالحین کی محبت کا ہمیشہ سہارا لیا گیا ہے۔ چونکہ اس کا محرک مذکورہ محبت تھی اس لئے عوام میں بڑی مقبولیت اور پذیرائی ہوئی۔ ذیل میں حب رسول اور ان کے اتباع پر دلالت کرنے والے ان سچے شواہد اور مظاہر کو بیان کیا جارہا ہے جو آدمی کی سیرت وسلوک پر ظاہر ہوتے ہیں۔

(1) رسول ﷺ کی اطاعت اور آپ کا اتباع:

محبت کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ حب رسول کی سب سے واضح دلیل آپ کا اتباع ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کے اتباع اور ان کی پیروی کو اپنی محبت کی دلیل قرار دی ہے اس لئے یہ آپ کی محبت کی واضح دلیل ہوگی اللہ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (سورہ آل عمران:31)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حافظ ابن کثیر رح کہتے ہیں: "یہ آیت ہر اس آدمی کے بارے میں فیصلہ کرنے والی ہے جو محبت رسول کا دعوی تو کرتا ہے لیکن سنت محمدی کا متبع اور پیروکار نہیں کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اس کا دعوی اس وقت صحیح ہوگا جب شریعت محمدی پر پورے طور سے عمل کرے اور نبی ﷺ کے سارے اقوال وافعال کو تسلیم کرے۔

رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا حکم ہم نے نہیں دیا ہے تو وہ مردود ہے مقبول نہیں۔[1]

(2) نبی ﷺ کی تعظیم، آپ کی توقیر وتکریم اور آپ کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا:

مقام نبوت ورسالت اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کی تعظیم، توقیر اور آپ کا ادب کیا جائے تحریر یا تقریر میں کسی طرح کی گستاخی نہ کی جائے۔ یہ محبت رسول کی بہت نمایاں دلیل ہے۔ اور امت پر نبی کے جو حقوق ہیں ان میں سب سے تاکیدی حق ہے. یہ واجبات دین میں سے ہے۔

محبت کے مانند تعظیم بھی معرفت کے تابع ہے، معرفت جتنی زیادہ ہوگی تعظیم، تکریم، اور توقیر اتنی ہی زیادہ ہوگی. آپ کے ساتھ رہنے کی

---

1) الجامع الصحیح: بخاری: 9/132، صحیح مسلم: 3/1344۔

وجہ سے صحابہ کرام دوسروں کی بہ نسبت نبی ﷺ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔آپ کی تعظیم دل، زبان اور اعضاء تینوں سے کی جائیگی۔

دل کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں. اللہ نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے اور نبوت کے ذریعہ آپ کو خصوصیت اور امتیاز بخشا، آپ کے مقام اور ذکر کو بلند کیا اور پوری مخلوق میں آپ کو فضیلت بخشی۔

زبان سے آپ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کی وہ تعریف کی جائے جس کے آپ حقدار ہیں، لیکن اس میں غلو نہ کیا جائے اور حد سے آگے نہ بڑھا جائے اور نہ ہی تنقیص اور تحقیر کی جائے آپ سے مخاطب ہوتے وقت ادب ملحوظ رکھا جائے اور جب تحریر یا تقریر میں آپ کا تذکرہ آئے تو انتہائی ادب کے ساتھ آپ کا نام لیا جائے.

اعضاء وجوارح کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے جس چیز کے کرنے کا حکم دیا ہے اس کو بجالائے اور جس سے روکا ہے اس سے دور رہے۔

جس کے یہاں یہ بنیادی چیز مفقود ہے یا اس میں خلل ہے تو آپ کی تعظیم وتوقیر میں اس نے کمی کی۔یہ خلل دو چیزوں سے واقع ہوتا ہے:

(1) نبی ﷺ کے حقوق میں کوتاہی اور گستاخی کرنا: جیسے آپ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرنا جو مقام نبوت کے شایان شان نہیں ہے، مثال کے طور پر آپ کی صداقت، عدالت اور امانت مین طعن کرنا، جیسا کہ ذوالخویصرۃ تمیمی نے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت کیا تھا۔

☆ نبی ﷺ کے ذکر کے وقت ادب ملحوظ نہ رکھنا بھی جفا اور بداخلاقی میں شامل ہے۔ابو العلا معری نے اپنے اس شعر میں گستاخی کی انتہا کردی ہے کہتا ہے:

لولا انقطاع الوحی بعد محمد قلنا محمد عن أبیه بدیل

هو مثله فی الفضل إلا أنه لم یاته برسالة جبریل [1]

اگر محمد ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا ہوتا تو ہم کہتے کہ محمد (ایک علوی حاکم) اپنے باپ کے جانشیں ہیں، یہ فضل وکرم میں انھیں کے مانند ہیں. فرق صرف اتنا ہے کہ جبریل ان کے پاس رسالت لیکر نہیں آئے۔

☆ جفا میں یہ بھی ہے کہ تقریر یا تحریر میں آپ کا نام آنے پر درود وسلام نہ بھیجا جائے، اسی طرح آپ کی سنت کی اہانت کی جائے، ان کو اہمیت نہ دی جائے۔مفکرین، انشاء پردازوں، صحافیوں وغیرہ کی اس انداز میں تعظیم کی جائے جس سے آپ کی عظمت اور شان میں گستاخی ہوتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مفکر، صحافی اور سیاست داں چاہے جتنے بڑے ہو جائیں پر کسی صحابی کے پیر کی دھول کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

عصر حاضر میں دین بے زار، دین سے خارج ہونے والے اور احساس کمتری میں مبتلا صحافیوں اور ادیبوں کی تحریروں کی وجہ سے سماج پر منفی اثر پڑا ہے۔جفا پرستوں، بے ادبوں اور سنگدلوں کی زیادتی ہوئی ہے، نام نہاد مسلمانوں نے اپنی قلم کا سودا تک کرلیا، اور اسلام کا مذاق اڑایا، امہات المومنین اور رسول کی ذات پر کیچڑ اچھالا مسلمانوں کی صفوں میں ہمیشہ غدار پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس کے برعکس ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا کہ جب ان کے پاس آپ کی حدیث کا تذکرہ ہوتا تھا تو لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی

---

1) سقط الزند: المعری: ص: 142۔

اور باادب باملاحظہ اسے ایسے سنتے تھے گویا نبی ﷺ ان کے سامنے موجود ہیں۔

(2) نبی ﷺ کے سلسلہ میں غلو کر اور اللہ نے آپ کو جو مقام دیا ہے اس سے آپ کو اوپر اٹھانا: جیسے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ علی الاطلاق غیب کی ساری باتوں کو جانتے تھے یا دنیا کی تخلیق سے پہلے آپ کا وجود مقدم ہے آپ کے نور سے پوری دنیا کی تخلیق عمل میں آئی ہے وغیرہ۔

اللہ نے امت پر نبی کی تعظیم وتوقیر کو واجب قرار دیا ہے اس بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا [8] لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا﴾ (سورہ فتح:8-9)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

اس میں تسبیح اللہ کے لئے اور تعزیر اور توقیر رسول کے لیے ہے تعزیر کا معنیٰ تعظیم ہے۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں: ”یہاں پر تعزیر کا معنیٰ مدد کے ذریعہ تقویت پہونچانا ہے، اور یہ چیز اطاعت، تعظیم اور اجلال ہی کے ذریعہ پوری ہوگی۔“[1]

علامہ ابن تیمیہ تعزیر کی تعریف یوں کرتے ہیں: ”آپ کی مدد، تائید اور ہر تکلیف دینے والی چیز سے حفاظت کے لئے ایک جامع اسم ہے۔ توقیر اس چیز کو شامل ہے جس میں اجلال واکرام کی طمانینت ہو اور آپ کی عزت افزائی اور تعظیم وتکریم اس طرح کی جائے کہ حد وقار سے خارج کرنے والی ہر چیز سے آپ کو بچائے۔“[2]

☆ رسول کے ساتھ سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ آپ کے احکام اور سنت کو ہر رائے کے مقابلے میں مقدم رکھا جائے۔ آپ کی آواز پر آواز نہ بلند کی جائے اس خوف سے کہ کہیں آدمی کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔

آپ کی زندگی میں ادب یہ ہے کہ خوف وہیبت کے ساتھ آپ کے سامنے آواز پست رکھنا، آپ سے نرمی اور لطافت کے ساتھ بات کرنا۔

آپ کی وفات کے بعد ادب یہ ہے کہ آپ کی احادیث کو قبول کرنا اور ان سے من مانی مفہوم اخذ نہ کرنا۔ اگر حدیث کے خلاف عمل کیا گیا تو یہ نبی پر آواز بلند کرنا ہوگا۔

☆ ادب کے خلاف یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کی رایوں، ان کے اقوال، فتوؤں اور ائمہ کے مذاہب کو سنت پر مقدم کیا جائے اور سنت کی طرف دعوت دینے والے کی آواز کو دبانے کی کوشش کی جائے۔

☆ ادب میں سے یہ بھی ہے کہ جب لوگ آپ کے ساتھ ایسے معاملہ میں ہوں جس میں اکٹھا ہونا ضروری ہے تو بنا آپ کی اجازت کے نہ ہٹا جائے۔

آپ کے فرمان کو مشکل نہ سمجھا جائے اگر کسی معاملہ میں اس طرح کی بات آئے تو اپنی رائے کو غلط اور اسے شیطان کا وسوسہ تصور کیا جائے۔

---

1) جامع البیان عن تأویل القرآن: ابن جریر طبری 26/75۔

2) الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ابن تیمیہ: ص422۔

☆ تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی اس طرح تعریف کی جائے جس کے آپ حقدار ہیں ۔البتہ غلو اور اطراء سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی آپ کی شان میں گستاخی کی جائے، آپ کا جب ذکر آئے تو درود وسلام بھیجا جائے، اس آدمی کو بخیل کہا گیا ہے جس کے پاس آپ کا تذکرہ کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔[1]

مندرجہ ذیل مقامات پر کہیں وجوبی اور کہیں استحبابی طور پر درود بھیجا جائے گا۔

(1) نماز کے آخری تشہد میں۔

(2) مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت۔

(3) جب آپ کا تذکرہ آئے چاہے تقریر میں یا تحریر میں۔[2]

☆ آپ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی طرف سے دفاع کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ صحیح محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور ان پر اپنی جان اور مال نثار کر دیا جائے اور اللہ کی حرمتوں کی پردہ دری پر غیرت آئے۔رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے یہ اہم پہلو ہیں لیکن دو باتوں کی بابت تنبیہ ضروری ہے۔

(الف) واجب ہے کہ رسول کی تعظیم کرنے والا اللہ کے ان حقوق کو جو اس کی الوہیت اور ربوبیت کے خصائص میں سے ہیں ان کو غیر اللہ کی طرف نہ پھیرے اور تعظیم وتوقیر کی بابت اللہ اور رسول کے حقوق کو ان کے مناسب مقام پر رکھے، اس میں خلط ملط نہ کرے۔مثال کے طور پر ایک پریشان حال آدمی ہے اس کی مشکلات صرف اللہ ہی دور کر سکتا ہے تو یہ اللہ کا حق ہے اس کو کسی دوسرے کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا۔

(ب) جائز اور ناجائز تعظیم میں فرق کرنا: ضروری ہے کہ مسلمان جانے کہ وہ تعظیم جسے اللہ نے اپنے رسول کے لیے واجب کیا ہے یہ وہ تعظیم ہے جس کی اساس اتباع اور اقتداء پر ہے۔جو آدمی سب سے زیادہ اتباع کرے گا وہ سب سے زیادہ رسول ﷺ سے محبت کرے گا اور غلو اور بدعت سے دور رہے گا۔لوگ جن چیزوں کو تعظیم سمجھتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ شریعت کی نظر میں صحیح ہو۔

ابن عبدالہادی کہتے ہیں کہ تعظیم کی دو قسمیں ہیں۔

(1) وہ تعظیم جسے معظم پسند کرتا ہے، اس سے راضی ہے، اس کا حکم دیتا ہے اور اس کی پیروی کرنے والے کی تعریف کرتا ہے حقیقت میں صحیح تعظیم یہی ہے۔

(2) وہ تعظیم جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، اس سے نفرت کرتا ہے، اس کے کرنے والے سے نفرت کرتا ہے، یہ تعظیم نہیں بلکہ غلو ہے جو تعظیم کے منافی ہے۔

اسی بنا پر شیعہ حضرت رضی اللہ عنہ کی تعظیم نہیں کرتے کیونکہ یہ ان کے لیے الوہیت یا عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں۔اسی طرح نصرانی علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

---

1) سنن ترمذی: 5/210۔

2) الشفاء 68,64/2, جلاء الافہام: 193-291، فتح الباری 11/169۔

حضرت معاذ نے آپ کو سجدہ کرنے کی پیش کش کی تھی جو خالص تعظیم تھی لیکن آپ نے ٹھکرا دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ نے مجھے جو مقام دیا ہے تم مجھے اس سے اوپر اٹھاؤ۔[1]

اسی طرح فرمایا تم میرے بارے میں غلو نہ کرو جیسے نصرانیوں نے عیسی بن مریم کے بارے میں غلو کیا تھا میں اللّٰہ کا بندہ ہوں اس لئے تم مجھے اللّٰہ کا بندہ اور رسول کہو.

(3) محبت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی کثرت سے آپ کا تذکرہ کرے. اس کے دل میں آپ کے دیدار کا شوق پیدا ہو.

(4) آپ کے قرابت داروں، اہل بیت، آپ کی بیویوں اور صحابہ کرام سے محبت کرنا: یہ چیز اس وقت متحقق ہوگی جب ان کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کو جانا جائے اور جو لوگ ان سے بغض رکھتے ہیں ان سے نفرت کی جائے، نبی ﷺ نے غدیر خم پر اپنے اہل بیت کی بابت نصیحت کی تھی کہ ان کا خیال رکھنا۔

(5) آپ کی سنت اور اس کی طرف دعوت دینے والوں سے محبت کرنا: حب رسول ﷺ کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی سنت پر عمل کیا جائے، اس کی طرف دعوت دینے والوں سے محبت کی جائے، علماء راسخین اور سنت کے پیروکاروں اور شیدائیوں کو دوست رکھا جائے۔ یہ حب رسول کی چند علامتیں ہیں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی سیرت و کردار اور اعمال و افعال ان کے موافق ہوں اور آدمی کی شخصیت پر یہ آثار نمایاں ہوں۔

---

1) المسند: 3/153-341۔

سیرت وسلوک پر محبت کے آثار

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت مومن کو ہر اس کام کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے جس کو وہ پسند کرتے ہیں اور اس کام سے روکتی ہے اور نفرت دلاتی ہے جس کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔

دل میں جس کی محبت جا گزیں ہوتی ہے تو ظاہری اعضاء پر اس کے کچھ آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ حب رسول ﷺ کے بعض آثار ظاہری ہیں اور بعض آثار ایمانی ثمرہ کی شکل میں باطنی ہوتے ہیں ظاہری علامات یہ ہیں۔

(1) مسلمان رسول ﷺ سے محبت کرے، ہر محبوب، نفیس او قیمتی چیز کے مقابلے میں حب رسول ﷺ کو مقدم رکھے، کثرت سے رسول ﷺ کا تذکرہ کرے، آپ کو یاد کرے، آپ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجے، آپ کی رؤیت کا مشتاق ہو، جنت میں آپ کی معیت کے لیے دعا کرے اور اس بات کی دعا کرے کہ یہ آپ کے حوض کوثر پر آئے اور اس سے سیراب ہو۔

(2) آپ ﷺ کی شرعی تعظیم کرے، توقیر وتکریم میں ادب ملحوظ خاطر رہے، آپ کے دین وسنت کی تعظیم کرے، بدعت وخرافات، غلو اور ہر طرح کی برائیوں سے دور رہے۔

(3) خوشی اور غمی، اچھے حالات اور برے حالات، ظاہری طور پر اور پوشیدہ طور پر آپ کی سنت کا اتباع کرے۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ سنت کو جاننے کے لیے حتی المقدور خرچ کرے۔ واجبات مستحبات، فرائض اور نوافل وغیرہ میں آپ کی اقتداء کا حریص ہو، اللہ اور آخرت کا کثرت سے تذکرہ کرے، جتنا ممکن ہو اتنا اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔

(4) آپ کے سکھائے ہوئے ادب پر عمل پیرا ہو۔ آپ کے اخلاق کی اقتداء کرے۔ آپ متواضع حلیم، بردبار، نرم خو اور نرم دل تھے۔ لوگوں سے ہنس کر ملتے تھے، کسی کو تکلیف نہیں دیتے تھے، صبر وشکیب کے پیکر تھے، لوگوں کو ان کا مقام دیتے تھے، اہل فضل کی فضیلت کو پہچانتے تھے آپ عیب جو اور بدکلام نہ تھے اور اللہ کے اجر وثواب کے خواہاں تھے۔

(5) آپ کے صحابہ، قرابت داروں، آل بیت، صالحین، علماء اور ہر اس آدمی سے محبت کرے جس سے اللہ اور رسول ﷺ محبت کرتے ہیں اور ہر اس آدمی سے نفرت کرے جو اللہ، اس کے رسول، صحابہ کرام اور آل بیت سے بغض رکھتا ہو یا آپ کے دین سے نفرت کرے یا اس کے غالب آنے کو ناپسند کرے۔

محبت کا ثمرہ:

اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مومن اپنے دل میں ایمان کی حلاوت پاتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس کے اندر یہ پائی جائیں گی وہ ایمان کی لذت کو پالے گا۔ دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ محبوب ہوں، آدمی اللہ ہی کے لیے محبت کرے، اور کفر میں پلٹنے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اگر آدمی ان صفات سے متصف ہوگا تو ایمان کی چاشنی اپنے دل پر محسوس کرے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں :

"نبی ﷺ نے بتایا ہے کہ یہ تین خصلتیں جس کے اندر پائی جائیں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا، کیونکہ کسی چیز میں مٹھاس کا محسوس ہونا اس کی محبت کے تابع ہے۔ جو آدمی کسی چیز سے محبت کرے گا یا اس کے دل میں اس کی چاہت ہوگی تو مقصود حاصل ہونے کے بعد اس میں لذت اور سرور محسوس کرے گا۔................ایمان کی حلاوت جو لذت اور خوشی پر مشتمل ہے جس کو مومن ایمان کی چاشنی سے حاصل کرتا ہے یہ تین امور کی بنا پر اللہ کی محبت کے تابع ہے۔

☆ اس محبت کی تکمیل

☆ اس محبت کی تفریع

☆ اس محبت کے ضد کا دفاع

تکمیل یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ محبوب ہوں۔

تفریع یہ ہے کہ آدمی کسی سے اللہ ہی کے لئے محبت کرے۔

اور محبت کی ضد کا دفاع یہ ہے کہ جس طرح آگ میں ڈالا جانا آدمی کو ناپسند ہے اس سے زیادہ ایمان کے منافی چیزوں سے نفرت کرے۔[1]

اس کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا، ایک صحابی آئے اور پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے کہا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے روزہ، نماز اور صدقات وغیرہ کی کوئی خاص تیاری نہیں کی ہے البتہ میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو قیامت میں اس کے ساتھ ہوگے۔[2]

حسن بصری نے کہا تھا کہ ابن آدم! "تم المرء مع من أحب" سے فریب میں نہ مبتلا ہو جو آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ اس کے نقش قدم پر چلتا ہے تم ابرار و صالحین کے مقام تک اسی وقت پہونچ سکتے ہو جب ان کے نقش قدم کی پیروی کرو، ان کے طریقہ کار کو اپناؤ اگر تم اس بات کے حریص ہو کہ انہیں میں سے ہو جاؤ، تو ان کے مانند عمل کرو بھلے ہی عمل کرنے میں کوتاہ ہو۔ دراصل اس میں استقامت اور اتباع مطلوب ہے۔

جناب! یہود، نصاریٰ اور ہوا پرستوں کو آپ نے دیکھا نہیں یہ لوگ اپنے نبیوں سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کے ساتھ نہیں ہوں گے کیونکہ انہوں نے قول و فعل میں ان کی مخالفت کی اور ان کے طریقہ کار کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اپنا لیا اس لئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اللہ ہم کو جہنم سے بچائے۔[3]

---

1) مجموع الفتاوی: 10/205۔

2) الجامع الصحیح: بخاری 8/49۔

3) استنشاق نسیم الانس: ابن رجب: 87۔

اتباع

☆ اتباع کا مفہوم۔

☆ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب۔

☆ اتباع کے مظاہر۔

اتباع کا مفہوم

اتباع: اتبع کا مصدر ہے جب آدمی کسی کی پیروی کرتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چلتا ہے تو بولا جاتا ہے۔ "اتبع الشیء تبعه"

معجم مقاييس اللغة میں ہے "تبع" کا معنی ہوتا ہے "التلو القفو" کسی کے پیچھے چلنا۔

التبع" الظل"، سایہ کے معنی میں آتا ہے" تبیع" گائے کا بچہ جو اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

ابو عبید کا کہنا ہے کہ "اتبعت القوم" اس وقت بولا جاتا ہے جب لوگ آگے جا چکے ہوں اور تم پیچھے سے چل کر ان تک پہونچو۔

"اتبع فلان فلانا" شر میں پیروی کرنا جیسے شیطان اس کے پیچھے لگا تھا جو اللہ کی آیات سے نکل گیا تھا اور گمراہ ہو گیا تھا

"اتبع فرعون موسی" فرعون نے موسیٰ کا پیچھا کیا۔

"اتبع القرآن" قرآن پر عمل کیا۔

کل ملا کر اتباع الحاق (ملنا) اقتفاء اور اقتداء کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اسی کے قریب قریب تاسی ہے. جب کوئی کسی کے فعل کی اقتداء کرے تو بولا جاتا ہے۔ تاسی، اقتدی۔[1]

"الأُسوة، الإسوة، القُدوة، القِدوة" کے مانند ہے اس کا اطلاق اس حالت پر ہوتا ہے جس میں انسان کسی غیر کا اتباع کرتا ہے اچھا ہو یا برا، مفید ہو یا ضرر رساں، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

رسول ﷺ کی اقتداء اور ان کی پیروی کو اتباع کہتے ہیں ابو الحسین بصری کہتے ہیں۔

" نبی ﷺ کی اقتداء کبھی فعل میں ہوتی ہے اور کبھی ترک میں۔ فعل میں اقتداء یہ ہے کہ ہم ویسے ہی کریں جیسے آپ نے کیا ہے اور اس وجہ سے کریں کہ آپ نے کیا ہے۔ ترک میں اقتداء یہ ہے کہ ہم کسی چیز کو ویسے ہی ترک کر دیں جیسے آپ نے ترک کیا ہے اور اس وجہ سے ترک کریں کہ آپ نے اسے ترک کیا ہے۔ ہم نے یہ شرط لگائی ہے کہ فعل کی صورت یکساں ہو کیوں کہ اگر نبی نے روزہ رکھا اور ہم نے نماز پڑھ لی تو ہم متبع نہیں مانے جائیں گے۔

رہی یہ بات کہ فعل کے کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا دارومدار غرض اور نیت پر ہے یعنی کس نیت سے اس کی ادائیگی کی گئی ہے فرض ہے یا نفل ہے اس لئے ہمیں جس فعل کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ آپ نے واجب سمجھ کر کیا ہے یا نفل سمجھ کر تو اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر آپ نے واجب روزہ رکھا اور ہم نے نفل سمجھ کر رکھا ہے تو ہم آپ کے متبع نہ ہوں گے۔

ہم نے یہ شرط لگائی ہے کہ ہم کوئی فعل اس لئے کرتے ہیں کہ آپ نے اس کو کیا ہے اگر نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور امتیوں میں سے دو آدمیوں نے آپ کی نماز کی طرح اس وجہ سے نماز پڑھی کہ اسے آپ نے پڑھی ہے تو دونوں کے بارے میں کہا جائے گا یہ نبی کے پیروکار ہیں یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔

ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اقتداء ترک میں بھی ہوتی ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے طلوع شمس کے وقت نماز ترک کر دی ہے

---

1) المعتمد: ابو الحسین بصری: تحقیق محمد حمید اللہ: 1/374،372۔

اگر ہم بھی اس وقت میں اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ آپ نے اس میں نہیں پڑھی ہے تو ہم اس میں آپ کی اقتداء کرنے والے مانے جائیں گے۔

جہاں تک آپ کے اتباع کا مسئلہ ہے تو یہ کبھی قول میں ہوتا ہے کبھی فعل میں اور کبھی ترک میں۔

قول میں آپ کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اقوال سے مستنبط شرعی احکام (واجب، مندوب، محظور) کے مطابق عمل کیا جائے۔

فعل وترک میں اتباع کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کو آپ نے انجام دیا ہے یا اس سے پرہیز کیا ہے ان دونوں میں پیروی کی جائے۔

.........ہم نے اتباع میں وہی دو شرطیں لگائی ہیں جو اقتداء میں لگائی تھیں کیونکہ اگر آپ نے روزہ رکھا اور ہم نے اس کی جگہ نماز پڑھ لی یا آپ نے واجب روزہ رکھا اور ہم نے اس کو نفلی بنالیا یا روزہ رکھا لیکن یہ نیت کارفرما نہیں تھی کہ نبی ﷺ نے اسے رکھا ہے تو ان سارے احوال میں ہم آپ کے متبع نہ ہوں گے۔[1]

جہاں تک تاسی اور متابعت کا زمانی ومکانی تعلق ہے تو اس بابت آمدی کہتے ہیں۔

".....اگر نبی ﷺ نے کسی جگہ یا خاص وقت میں کوئی کام کیا ہے تو اس میں اقتداء یا تاسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فعل چاہے مکرر واقع ہو یا ایک بار، ہاں اگر کوئی دلیل ہے جو اس جگہ یا وقت میں عبادت کی تخصیص کرتی ہے تو اس میں اتباع کرنا ہوگی۔ جیسے حج کے لئے عرفات کی تخصیص، نماز کے لئے ہوں گے اوقات کی تخصیص اور رمضان کے روزوں کی تخصیص۔

اس کی اہمیت اس اعتبار سے نمایاں ہوتی ہے کہ فعل کی صحت یا عدم صحت کا زمان ومکان سے گہرا تعلق ہے کسی وقت یا جگہ میں واقع ہونے والا فعل سنت ہوگا یا بدعت اور اس کا کرنے والا متبع ہوگا یا مبتدع۔

جب ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ شارع نے کسی خاص عبادت کی ادائیگی کسی خاص وقت یا جگہ میں کی ہے اور ہم بھی خصوصی طور پر اس جگہ یا وقت میں اس عبادت کی ادائیگی کریں تو ہم متبع مانے جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر ہم کسی خاص وقت یا جگہ میں کسی ایسی عبادت کا قصد کریں جس کی تخصیص شارع سے ثابت نہیں ہے تو ایسی صورت میں ہم بدعتی ہوں گے۔

اس کی وضاحت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں:" متابعت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو کام کیا ہے اسی کے مانند کیا جائے اور اس کے کرنے میں وہی نظریہ کارفرما ہو جو نبی ﷺ کے یہاں تھا اگر کوئی کام آپ نے عبادت کے طور پر کیا ہے تو ہمارے لئے اسے عبادت کے طور پر کرنا مشروع ہوگا، اگر آپ کسی وقت یا جگہ میں خصوصی طور پر عبادت کرتے تھے تو ہم بھی ویسے ہی کریں گے۔ جیسے آپ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے، مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، مسجد نبوی میں ایک کھمبے کے پیچھے قصداً جاکر نماز پڑھتے تھے، قصداً صفا و مروہ پر چڑھتے تھے اور وہاں دعا کرتے تھے، اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں جاتے تھے۔

اس کے برعکس اگر آپ نے اتفاقی طور پر کوئی کام کیا ہے جیسے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا اور وقت ہونے پر یہاں نماز کی ادائیگی کی لیکن اس جگہ کی خصوصیت کی وجہ سے آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی تو اگر ہم خصوصی طور پر اس جگہ آکر نماز پڑھیں یا پڑاؤ ڈالیں تو اس میں ہم آپ کے متبع

---

1) الاحکام: آمدی 1/172۔

نہ ہوں گے بلکہ یہ وہی بدعت ہے جس سے حضرت عمر نے روکا تھا۔

معرور بن سوید روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے انہوں نے فجر کی نماز ادا کی پھر ایک جگہ آپ تشریف لائے اس کے بعد لوگ ان کے پاس آنے لگے اور کہنے لگے کہ یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے حضرت عمر نے کہا کہ اہل کتاب اس لئے ہلاک ہوئے تھے کہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے اس مقام کو گرجا گھر اور کنیسہ بنالیا تھا۔ اگر کسی کی نماز باقی ہے یا نماز کا وقت ہوگیا ہے تو وہ یہاں نماز پڑھے ورنہ چلتا بنے۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر کسی خصوصیت کی بنا پر نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ آپ نے اس وجہ سے نماز ادا کی تھی کہ آپ یہاں اترے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ یہ فعل صورتاً آپ کے فعل کے مشابہ ہے لیکن قصد وارادے میں مختلف ہے اور یہ متابعت نہیں ہے۔ اس مقام پر خصوصی طور پر جا کر نماز پڑھنا اہل کتاب کی اس بدعت کے مانند ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک ہوئے تھے اور ہماری شریعت میں یہود ونصاریٰ کی مشابہت سے روکا گیا ہے اسی طرح اس کا کرنے والا صورت اور شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اختیار کرتا ہے لیکن قصد وارادہ میں یہود ونصاریٰ کے مشابہ ہے۔[2]

---

1) اقتضاء الصراط المستقیم: ابن تیمیه: 2/44۔

2) القاعدة الجلیله: ابن تیمیه: 105-106۔

نبی ﷺ کے افعال

اصولیوں کے یہاں بنیادی طور پر افعال نبی کی تین قسمیں ہیں۔

(1) جبلی افعال (فطری):

جیسے اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا وغیرہ۔ آپ اور آپ کی امت کے حق میں یہ امور مباح ہیں۔ اس قسم کے افعال میں تاسی اور اقتداء واجب نہیں ہے جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔[1]

ہاں اگر ان جبلی افعال کی ہیئت اور کیفیت کے سلسلے میں سنت سے کوئی رہنمائی ملتی ہے تو اس کا حکم اباحت سے وجوب یا ندب کی طرف منتقل ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء کے یہاں یہ بات معلوم اور معروف ہے۔ مثال کے طور پر داہنے ہاتھ سے کھانا کھانا، بیٹھ کر پانی پینا، داہنے کروٹ سونا وغیرہ۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس قسم کے افعال میں نبی کی اقتداء مندوب ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس قسم کے افعال کا تتبع کرتے تھے اور اس قبیل کی جتنی چیزیں آپ سے صادر ہوئی ہیں اس کے اتباع میں بڑے حریص تھے۔ بھلے ہی آپ نے اس فعل کو اتفاقاً کیا ہو، اس کا قصد وارادہ نہ رہا ہو۔ البتہ جمہور صحابہ اسکے خلاف تھے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے بیان کیا ہے کہ متابعت میں اصل یہ ہے کہ ہم اس فعل کو کریں جسے رسول ﷺ نے کیا ہے اور اسی نیت سے کریں جس ارادے سے آپ نے کیا ہے چاہے وہ فعل مباح ہو یا واجب یا مندوب۔ جب تک وہ فعل آپ کی خصوصیات کے ضمن میں نہ آئے کہ یہ فعل صرف آپ کے لئے ہے امت اس کو نہیں کر سکتی۔

(2) وہ افعال جن کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت میں سے ہیں:

اصولیوں نے نبی ﷺ کے ساتھ خاص افعال کو تفصیل سے بیان کیا ہے ان میں سے بعض آپ کے لئے مباح ہیں بعض واجب اور بعض حرام، بعض متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ۔

مباح کی مثال یہ ہے کہ آپ کے لئے بیک وقت چار سے زائد آزاد عورتوں کو عقد میں رکھنا، بنا مہر کے نکاح کرنا جیسے نکاح موہوبہ۔

واجب کی مثال یہ ہے کہ آپ پر تہجد فرض تھا۔

حرام کی مثال یہ ہے کہ آپ کا صدقہ لینا حرام تھا، اسی طرح خراب اور ناپسندیدہ خوشبو والی چیز آپ تناول نہیں کر سکتے تھے جیسے لہسن اور پیاز۔

یہ امور آپ کے کے ساتھ خاص ہیں۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں۔

"صحیح یہ ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں یہ صراحت آگئی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ خاص ہیں تو ان میں کسی کی اقتداء قطعاً درست نہیں، ہاں اگر شریعت اجازت دیدے تو دوسری بات ہے۔"

یہاں پر علامہ شوکانی ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ مخصوص واجبات اور محرمات میں آپ کی اقتداء کرنی مستحب ہے البتہ مباحات میں جائز نہیں۔

---

1) ارشادالفحول:35۔

مثال کے طور پر اگر آپ فرمائیں کہ یہ کام میرے اوپر واجب ہے اور تمہارے لئے مندوب ہے تو یہ کام ہم کریں گے اس وجہ سے نہیں کہ آپ پر واجب ہے بلکہ اس وجہ سے کہ آپ نے یہ بتایا ہے کہ یہ تمہارے لئے مندوب ہے اور اگر آپ نے فرمایا کہ یہ میرے لئے مباح ہے یا حلال ہے اور اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں کہا تو ہمارے لئے جائز نہ ہوگا کہ ہم یہ کہیں کہ وہ ہمارے لیے مباح یا حلال ہے۔ اگر آپ اس طرح کہیں یہ صرف میرے اوپر حرام ہے اور یہ نہیں کہا کہ تمہارے لئے حلال ہے تو اس فعل سے پرہیز کرنے میں حرج نہیں لیکن اگر یوں فرمائیں یہ میرے اوپر حرام ہے اور تمہارے لئے جائز ہے تو اس فعل سے پرہیز درست نہ ہوگا کیونکہ ترک حلال پرہیز گاری نہیں ہے۔ [1]

(3) وہ افعال جو فطری یا آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہوں:

بلکہ ان کا مقصد تشریع ہو تو ان افعال میں ہم سے تاسی اور اقتداء مطلوب ہے البتہ وجوب، ندب اور اباحت کے اعتبار سے اس کے شرعی اوصاف بدلتے رہیں گے۔ ان افعال کی کئی قسمیں ہیں۔

(الف) وہ فعل یا تو قرآن میں وارد کسی مجمل چیز کا بیان ہو یا مطلق کو مقید کر رہا ہو یا کسی حکم کی پیروی ہو تو ان افعال کا حکم وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ یا تو واجب ہوگا یا مندوب یا مباح، اس کی معرفت یا تو آپ کے صریح بیان سے ہوگی جیسے فرمایا "صلوا کما رأیتمونی اصلی" جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے ہی تم بھی پڑھو۔

حج کے بارے میں ارشاد فرمایا: (خذوا عنی مناسککم) تم لوگ مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو۔

کوئی قرینہ اس پر دلالت کرے جیسے آپ نے کلائی سے چور کا ہاتھ کاٹا تھا۔ یہ اللہ کے اس فرمان کا بیان ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔ ان حالات میں حکم وجوب، ندب اور اباحت کے اعتبار سے مبین کے تابع ہوگا۔

(4) آپ کا فعل کسی حکم کے بیان میں نہ ہو:

اگر آپ کا کوئی فعل کسی شرعی حکم کے بیان میں واقع نہیں ہوا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ اس کی صفت شرعیہ معلوم ہے یا نہیں، اگر وجوب، ندب اور اباحت کے اعتبار سے اس کی صفت معلوم ہے تو اس میں امت آپ کے مثل ہے یہی رائے راجح اور صحیح ہے جیسے کہ علامہ شوکانی نے اس کی صراحت کی ہے۔ [2]

قرآن اور افعال صحابہ میں اس کی دلیل موجود ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورہ الحشر: 7)

ترجمہ: اور رسول تم کو جو کچھ دیں اسکو لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

---

1) ارشادالفحول: شوکانی: 35-36۔

2) ارشادالفحول: شوکانی: 36۔

نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورہ الاحزاب: 21)

ترجمہ: تمہارے لئے رسول میں عمدہ نمونہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف مواقع پر آپ کے فعل سے حجت پکڑی ہے اور آپ کی اقتداء کی ہے۔ حضرت عمر نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کہا تھا کہ اگر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم کو چومتے ہوئے دیکھا نہ ہوتا تو میں تم کو بوسہ نہ دیتا۔[1]

اگر فعل کی شرعی صفت مجہول ہو تو یا تو اس میں قربت کا قصد نمایاں ہو یا نہ ہوا گر قربت کا قصد ظاہر ہو جیسے دو رکعت نماز پڑھ لینا اور اس پر مداومت نہ کرنا تو یہ مندوب ہوگا کیونکہ یہ کم سے کم رجحان کا فائدہ دیتا ہے البتہ بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ یہ واجب ہے۔[2]

اگر قربت کا قصد ظاہر نہ ہو بلکہ فعل مطلق ہو تو یہ ندب پر دلالت کرے گا کیونکہ فعل سے اگر چہ قربت کا قصد ظاہر نہیں ہے لیکن قربت ہی کے لیے صادر ہوا ہوگا اور سب سے ادنیٰ چیز جس سے تقرب حاصل کیا جائے وہ مندوب ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اباحت پر دلالت کرتا ہے کچھ دوسرے فقہاء کا موقف یہ ہے کہ ہم توقف اختیار کریں گے یہاں تک کہ وجوب یا ندب پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل آجائے۔

رسول کی اطاعت واجب:

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رسالت و نبوت کے ذریعہ ان کو منتخب فرمایا اور ان پر کتاب و حکمت نازل فرمائی۔ ان کو اس بات کا حکم دیا کہ ان کی طرف جس چیز کی وحی کی جائے اس کا اتباع کریں اور اس کو لوگوں تک پہونچائیں۔ آپ نے رسالت کا حق بحسن و خوبی ادا کیا۔

اللہ نے بذات خود آپ کی صداقت کی گواہی دی ہے اور اس بات کی شہادت دی ہے کہ ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں یہ ہدایت یافتہ ہیں اور اپنے متبعین کو حق کا راستہ دکھاتے ہیں

اللہ نے سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے۔ ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ [52] صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾ (سورہ شوریٰ: 52-53)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف روح کو اتارا ہے اس سے پہلے نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا اور اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔ بیشک تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔ اس اللہ کے راہ کی، جس کی ملکیت میں آسمان اور زمین کی ہر چیز ہے، آگاہ رہو سب کام اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔

آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ دین کے مبلغ ہیں آمر (حکم دینے والے) اور ناہی (منع کرنے والے) ہیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو آپ پر ایمان لایا وہ اللہ پر ایمان لایا جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے آپ کی باتوں کو قبول کیا اس نے اللہ کی باتوں کو قبول کیا۔

---

1) صحیح بخاری: 2/183۔

2) ارشاد الفحول: شوکانی: 36۔

اسی لئے اللہ نے بندوں کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور ان پر آپ کے احکام کا اتباع اور خبروں کی تصدیق واجب قرار دی ہے۔ اور آپ کی مخالفت اور نافرمانی سے ڈرایا ہے۔ ہر وہ آدمی جو آپ پر ایمان رکھتا ہے اس پر آپ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد کسی بھی معاملے میں کسی مومن کو کوئی اختیار نہیں ہے، ان کے حکم کے سامنے جبین نیاز خم کرنا ہوگا اور اسے من وعن قبول کرنا ہوگا۔

اس کے وجوب، تاکید، اہمیت اور فرضیت کی بابت قرآن میں بہت سی آیتیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند آیات کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

اللہ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ (سورہ انفال:20)

ترجمہ: ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی نہ کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔

نیز فرما: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (سورہ محمد:33)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہنا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔

سورہ نور میں فرمایا: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورہ نور:54)

ترجمہ: اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہونچا دینا ہے۔

اسی طرح فرما: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

ترجمہ: اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا عظیم کامیابی سے سرفراز ہوگا۔

نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورہ النساء:65)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی فرمان برداری کرو اور اپنے حاکموں کی، اگر تم کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ (قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رقم طراز ہیں۔

"..............اس لئے اللہ نے فرمایا: "اطیعوا اللہ" یعنی اللہ کی کتاب کی اطاعت کرو اور "أطیعوا الرسول" یعنی رسول کی سنت کو مضبوطی سے پکڑلو" و أولی الأمر منکم" یعنی حاکم اللہ کی اطاعت کے لئے جن چیزوں کا حکم دے اس پر عمل کرو، معصیت اور گناہ کے کاموں میں حاکم کی اطاعت جائز نہیں۔ حاکم مستقل بالذات نہیں ہوتا امر و نہی میں اللہ اور رسول کے احکام کا تابع ہوتا ہے ....اختلاف ہونے کی شکل میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اس کا فیصلہ قرآن و حدیث سے لو اس کی صراحت سورہ شوریٰ میں اس طرح آئی ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾

ترجمہ: اور جس چیز میں بھی تمہارا اختلاف ہوتو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔

جس طرح کتاب وسنت کی طرف پلٹنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اس بات کو بھی واجب قرار دیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کو حکم اور فیصل بنائیں، ان کے سامنے اپنا معاملہ رکھیں اور ان کے فیصلے کو قبول کریں، اللہ نے اس کو ایمان کا لازمہ قرار دیا ہے۔

فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ النساء: 59)

ترجمہ: قسم تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپسی نزاعات اور اختلافات میں تم کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی محسوس نہ کریں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں۔

ابن قیم فرماتے ہیں:

اللہ نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھا کر بندوں سے ایمان کی نفی کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے چھوٹے بڑے سارے اختلافات میں رسول کو فیصل تسلیم کرلیں۔ اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر ان کے دل میں کسی طرح کی تنگی نہیں ہونی چاہیئے اور اس پر بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ کہا کہ ان کے فیصلے کے آگے سر نیاز خم کریں اور بسر وچشم قبول کرلیں (چاہے بعض احکام کی حکمت معلوم ہو یا معلوم نہ ہو) اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر کوئی ان کے فیصلے کے بعد اپنے کو مختار سمجھتا ہے یا کسی دوسرے کے پاس فیصلہ کروانے جاتا ہے تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے اس کی وضاحت اللہ نے اس طرح فرمائی ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (سورہ احزاب: 36)

ترجمہ: کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر میں کوئی اختیار نہیں۔

اسی طرح اس بات کا حکم دیا ہے کہ رسول جو کچھ دیں ان کو لے لو اور جن سے روکیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

فرمایا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (سورہ حشر: 7)

ترجمہ: رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

اللہ کی طرف سے یہ حکم عام ہے اور ہر اس چیز کو شامل ہے جسے رسول لے کر آئے ہیں چاہے اس کی صراحت قرآن میں ہو یا نہ ہو کیونکہ قرآن آپ کے اتباع کو واجب قرار دیتا ہے بھلے ہی آپ کی کہی ہوئی بات منصوص طریقہ سے بعینہ قرآن میں نہ ملے، امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وہ امور جن کو رسول نے مشروع قرار دیا ہے اور ان کے سلسلے میں اللہ کا کوئی حکم موجود نہیں تو آپ نے اسے اللہ کے حکم سے مسنون ٹھہرایا ہے اس کی خبر اللہ نے اپنے اس فرمان میں دی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ صِرَاطِ اللَّهِ﴾ (سورہ شوری: 52)

ترجمہ: بلاشبہ تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو اللہ کے راستے کی۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ آپ نے ایسی چیزوں کا حکم دیا ہے اور ایسے امور مشروع قرار دیئے ہیں جو بعینہ قرآن میں موجود نہیں تو جن کو آپ نے مشروع کیا ہے اس کا اتباع لازم ہے اللہ نے آپ کے اتباع کو اپنی اطاعت قرار دی ہے اور آپ کی نافرمانی، آپ کی سنتوں سے اعراض، روگردانی اور سرکشی کو معصیت ٹھرایا ہے۔ اس کا مرتکب معذور نہیں ہوسکتا، رسول کی اطاعت اور اتباع کے بغیر چارہ نہیں۔

آپ کے اتباع کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے" میری اور اللہ نے جس شریعت کو دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال اس آدمی کے مانند ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے قوم کے لوگو! میں نے اپنی آنکھ سے فوج دیکھی ہے اس لئے بچنے کا راستہ تلاشو۔ اس قوم کی ایک جماعت نے ان کی بات مان لی اور راتوں رات نکل گئے اور دشمن کی گرفت اور اس کے حملے سے بچ گئے لیکن اس میں سے ایک جماعت نے تکذیب کی اپنی جگہ سے ہٹے نہیں۔ ادھر دشمن کی فوج نے صبح کی بے خبری میں ان پر عمل کر دیا اور ان کو کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ مثال اس آدمی کی ہے جس نے میری اطاعت کی اور میں جو شریعت لے کر آیا ہوں اس کا اتباع کیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ [1]

اسی طرح فرمایا: میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا پوچھا گیا کہ کون انکار کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ [4]

رسول ﷺ نے سنت کی تردید کرنے والوں اور صرف قرآن پر اکتفا کرنے والوں کو سختی سے ڈانٹا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو میں اپنی چھپر کھٹ پر ٹیک لگائے ہوئے نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے اوامر اور نواہی آئیں تو وہ کہے ہم اسے نہیں جانتے اللہ کی کتاب میں جو پائیں گے اس پر عمل کریں گے۔ [5]

حضرت مقدام بن معدیکرب روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: مجھے قرآن اور اسی کے مثل اس کے ساتھ ایک اور چیز دی گئی ہے۔ (یعنی حدیث) خبردار ہوجاؤ قریب ہے ایک آسودہ آدمی اپنے چھر کھٹ پر پڑا ہوگا وہ کہے گا تم اس قرآن کو اختیار کرو اور قرآن میں جو پاؤ اس کو

---

1) الجامع الصحیح: بخاری 9/110، صحیح مسلم 1788-1789/4۔

2) الجامع الصحیح: 13/204۔

3) الجامع الصحیح: 9/44۔

4) الجامع الصحیح: 2/7۔

5) سنن ابوداؤد 5/12۔

حلال جانو اور قرآن میں جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔
خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دو باتوں کا احتمال ہے۔
(1) آپ کو وحی خفی (غیر متلو) سے نوازا گیا ہے جیسے آپ کو وحی جلی عطا کی گئی ہے جس کی تلاوت کیجاتی ہے۔
(2) اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی طرف کتاب کی وحی کی گئی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اسی کی طرح آپ کو بیان عطا کیا گیا لیکن آپ کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ قرآن کو کھول کھول کر بیان کریں۔ آپ کسی چیز کو عام کرتے تھے یا خاص اور آپ کو اس پر زیادتی کا اختیار دیا گیا تھا۔ آپ ان چیزوں کو مشروع قرار دیتے تھے جو قرآن میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے سنت کی بابت وجوب حکم اور لزوم عمل ایسے ہی ہے جیسے وحی جلی کی تلاوت کی جاتی ہے۔[1]

اس حدیث میں ان لوگوں پر زبردست وعید ہے جو سنت مطہرہ کو حجت نہیں مانتے صرف قرآن پر اکتفا کرتے ہیں خطابی کہتے ہیں:
یہاں نبی ﷺ کی اس سنت کی مخالفت سے ڈرانا مقصود ہے جو قرآن میں نہیں ہے جیسا کہ روافض اور خوارج کا موقف ہے یہ لوگ صرف ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں اور انہوں نے ان سنتوں کو ترک کر دیا جو قرآن کی تفسیر کرتی ہیں۔ یہ عقلی گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے حیران و پریشان ہیں اور سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔[2]

حدیث فی نفسہ حجت ہے اس کو قرآن پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں اور جو یہ حدیث مشہور ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث آئے تو تم اس کو قرآن پر پیش کرو اگر یہ قرآن کے موافق ہے تو اس کو لے لو اور اس پر عمل کرو۔ تو یہ حدث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔[3]

سنن ابوداؤد کی جو حدیث نقل کی گئی ہے یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ آپ کے بتانے کے مطابق امت میں ایسی جماعتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے سنت کا کلی یا جزوی طور پر یہ دعویٰ کرتے ہوئے انکار کیا کہ قرآن کافی ہے سنت کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے پہلے انکار کرنے والے رافضہ، معتزلہ، اور خوارج ہیں۔ ان لوگوں نے سنت کے بعض احکام کو رد کیا ہے۔ ان میں سے کچھ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے زمانے میں پائے گئے تھے اور ان سے امام صاحب نے مناظرہ بھی کیا تھا۔[4]

اس وقت سے آج تک ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو اس فکر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جس نے اپنا نام ہی قرآنی رکھ لیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں اس جماعت کی ولادت ہوئی ہے۔ فکر مصر اور دیگر عرب ممالک میں بھی پھیل گئی ہے۔ یہ فرقہ سنت کی حجیت کا منکر ہے۔ انہوں نے ایک ایسا دین ایجاد کیا ہے جس میں سنت کا عمل دخل نہیں ہے۔ انہوں نے صرف قرآن پر اعتماد کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اسلامی زندگی گذارنے کے لیے صرف قرآن کافی ہے سنت کی چنداں ضرورت نہیں۔

---

1) معالم السنن: خطابی حاشیه سنن أبو داؤد: 5/10۔
2) معالم السنن: 5/10۔
3) معالم السنن: 5/11۔
4) جماع العلم ضمن کتاب الام: الشافعی 7/270۔

یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے قرآن کی آیتوں کی ایسی تاویل کی ہے جس سے یہ آیتیں تمام احکام کو شامل ہو جائیں۔

اگر ہم سنت سے بے نیاز ہو جائیں تو دین منہدم ہو جائیگا اور زندیقیت کا دروازہ دونوں پٹ کھل جائے گا۔

ایسے لوگوں سے صحابہ و تابعین نے بھی ڈرایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن میں شکوک وشبہات پیدا کر کے تم سے مجادلہ کریں گے ایسے لوگوں کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے تم سنت کا سہارا لو، کیونکہ اصحاب سنن قرآن کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔[1]

سعید بن جبیر نے ایک آدمی کے سامنے رسول کی حدیث پیش کی تو اس نے کہا کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں ایسے ایسے فرمایا ہے اس پر انہوں نے کہا دیکھو اب کبھی حدیث رسول کا معارضہ قرآن سے نہ کرنا کیونکہ اللہ کے رسول اللہ کی کتاب کو زیادہ جانتے تھے۔[2]

ابن عبدالبر نے جامع البیان میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے مطرف بن عبداللہ سے کہا کہ ہمیں صرف قرآن کی باتیں بتاؤ، مطرف نے اس سے کہا اللہ کی قسم ہم قرآن کا بدل نہیں چاہتے لیکن ہم اس کو چاہتے ہیں جو ہم سے زیادہ قرآن کے جانکار ہیں۔ (یعنی نبی ﷺ)

ضروری تنبیہ:

ایک اہم بات کی تنبیہ باقی رہ جاتی ہے وہ ہے رسول ﷺ اور ان کی سنت کا دین میں مقام و مرتبہ، بہت سے مسلمان یہ تصور کرتے ہیں کہ سنت کا اتباع اور اس کی تطبیق اور تنفیذ اختیاری ہے۔ لوگ ان کو صرف مستحب سمجھتے ہیں واجب نہیں۔ اس کا سب سے بڑا سبب سنت اور دین میں اسکی اہمیت اور تشریعی حیثیت سے ناواقفیت ہے۔ اسی طرح علماء اور دعاۃ نے سنت کی نشر و اشاعت اور اسے لوگوں تک پہونچانے میں کوتاہی کی ہے۔ مذہبی تعصب لوگوں پر غالب ہے جو سنت نبوی کی تحقیق اور اس تک پہونچنے میں زبردست رکاوٹ ہے۔

تمام فتنوں کے باوصف ایک جماعت حق پر قائم ہے اور توحید کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے اور رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کی مدد چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔

☆☆☆

---

1) سنن دارمی: 1/49۔

2) کتاب الشرعیة: ابوبکر آجری: 41۔

اتباع کے مظاہر

آسانی میں، پریشانی میں، سستی میں، چستی میں، اچھے حالات میں اور برے حالت میں رسول کا اتباع فرض عین ہے۔ اپنے علم اور طاقت کے مطابق نبی ﷺ کے سارے اقوال اور افعال کے اتباع کے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اتباع محبت ہی کے مانند ہے کیونکہ اس کے بھی شواہد اور عملی مظاہر ہیں جو اس کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہاں پر ہم محبت کے ایسے مظاہر کا تذکرہ کریں گے جن کے پائے جانے پر آدمی متبع تصور کیا جائے گا اور اس کے دل میں رسول کی محبت سچی ہوگی۔

(1) نبی ﷺ کی اقتداء کرنا:

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورہ احزاب:21)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول میں عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالی کو یاد کرتا ہے۔

یہ آیت نبی ﷺ کے احوال، افعال، اور اقوال میں اقتداء کے تعلق سے اصل اور بنیاد ہے۔

نبی ﷺ کی اقتداء یہ ہے کہ ہم ویسے ہی کریں جیسے آپ نے کیا ہے اور اسی کیفیت سے ادا کریں جیسے آپ نے وجوب اور ندب کے اعتبار سے ادا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے جس چیز کو ترک کیا ہے ہم اس کو ترک کریں۔ تاسی اور اقتداء اس بات کو بھی شامل ہے کہ آپ کے آداب و اخلاق حسنہ کو اپنائیں۔

اگر آپ ﷺ نے کوئی بات کہی ہے تو ہم اسی کے مانند کہیں گے۔ اگر کوئی کام کیا ہے تو اسی کے مانند کریں گے۔ اگر آپ ﷺ نے کوئی چیز ترک کی ہے اور یہ آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے تو ہم بھی ترک کردیں گے۔ اگر آپ نے کسی چیز کی تحقیر کی ہے تو ہم بھی اس کی تحقیر کریں گے۔ اگر آپ ﷺ نے کسی چیز کو پسند کیا ہے تو ہم اس کو پسند کریں گے اور اس سے راضی ہوں گے اگر آپ نے کسی خاص حد پر توقف کیا ہے تو ہم بھی وہاں رکیں گے ہمارے لئے جائز نہ ہوگا کہ اس سے آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔

(۲) سنت کو حکم بنانا اور اس سے فیصلہ لینا:

اتباع رسول ﷺ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ آدمی سنت رسول کو حکم اور فیصل مانے اور اسکے سامنے اپنے مقدمات پیش کرے اور اقوال، افعال اور احکام کو پرکھنے کے لیے اسے میزان بنائے اللہ نے اس کا حکم دیا ہے سورہ النساء میں فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورہ النساء:65)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی فرمان برداری کرو اور اپنے حاکموں کی، اگر تم کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ

(قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف پلٹادو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

اسی طرح فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ النساء:59)

ترجمہ: قسم تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپسی نزاعات اور اختلافات میں تم کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی محسوس نہ کریں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں۔

آپ کی وفات کے بعد اگر صحابہ میں کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا تھا یا کوئی چیز معلوم نہ ہوتی تھی تو یہ سنت کے جانکار کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب سنت سے کوئی فیصلہ صادر ہوجاتا تھا تو اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے اور دوسرے کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔

(3) رسول ﷺ کے حکم اور ان کی شریعت پر راضی ہونا:

اطاعت رسول ﷺ کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رسول ﷺ کے فیصلے اور آپ کی شریعت سے پوری طرح راضی ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس آدمی نے ایمان کی لذت چکھ لی جو اللہ سے راضی ہوگیا رب کے اعتبار سے، اسلام سے راضی ہوگیا دین کے اعتبار سے اور محمد سے راضی ہوگیا نبی اور رسول کے اعتبار سے۔[1]

رضا ایسا کلمہ ہے جو قبول اور فرمان برداری دونوں کو شامل ہے۔ رضامندی اس وقت متحقق ہوگی جب ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے آدمی رسول ﷺ کی ساری باتوں کو تسلیم کرلے، ان کے حکم کے آگے جبین نیاز خم کردے، وحی پر عمل کرے اور اسلامی شریعت پر اعتراض نہ کرے امت کی ایک بڑی جماعت ایسے اعمال کا مرتکب ہے جو تسلیم ورضا کے منافی ہے یہ شریعت پر برملا اعتراض بھی کرتے ہیں بعض لوگوں نے توحید الوہیت کے سلسلہ میں ٹھیک ویسے ہی اعتراض کیا ہے جیسے پہلے زمانہ کے مشرکوں نے انبیاء وصالحین کی محبت کے بارے میں کیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ ہم ان کے ذریعہ صرف اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ توحید خالص پر راضی نہ ہوئے بلکہ اس کو شرک کی گندگی سے آلودہ کردیا۔

بعض لوگوں نے اللہ کے اسماء وصفات پر زبان طعن دراز کیا۔ اللہ نے اپنے لئے اور رسول نے اللہ کے جن اسماء وصفات کو ثابت کیا تھا ان کا انکار کیا ہے اور ان چیزوں کو ثابت کیا جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نفی کی تھی اگر یہ رسول کی بات کو تسلیم کرلیتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے تو گمراہ نہ ہوتے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو شریعت پر اعتراض کرتے ہیں یہ اعتراض یا تو ان کی فاسد رائے اور ایسے فاسد قیاس پر مبنی ہوتا ہے جس میں حرام کو حلال، حلال کو حرام، واجب کو ساقط اور ساقط کو واجب کردیا جاتا ہے یا ان کے اعتراض کی نوعیت اس طرح کی ہوتی ہے کہ یہ ایمان اور شریعت کو ذوق، وجد، کشف، اور مشائخ طرق سے حاصل کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے یہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ان لوگوں نے صرف اپنی خواہشات اور شیطان کے وسوسوں پر بھروسہ کیا اس کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔

---

1) صحیح مسلم: 1/62۔

بعض لوگوں نے ظالمانہ سیاست اور وضعی قوانین کے ذریعہ شریعت مطہرہ پر اعتراض کیا اور لوگوں پر اس کو لازم کردیا گویا یہ آسمان سے اتری ہوئی شریعت ہے۔ان لوگوں نے رب العالمین کی شریعت کو ترک کردیا،اس کے حدود کو معطل کردیا،اسلامی شعائر کو چھوڑ دیا،اس کے محارم کی پردہ داری کی اس کے باوصف ان کا گمان ہے کہ یہ اچھا کام کررہے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے اللہ کے افعال،قضاوقدر اور اس کی حکمت پر اعتراض کیا ہے یہ اللہ کی عدالت،حکمت اور علم پر طعن کا موجب ہے، یہ ان جاہلوں کا اعتراض ہے جنہوں نے سنت کو ترک کردیا اور ایسے اصولوں کو اپنایا جو اللہ کے اصولوں کے خلاف ہیں۔

اعتراض کا روگ اس وقت ختم ہوگا جب یہ علی الاطلاق وحی اور شریعت کے سامنے سر اطاعت خم کردیں اور پورے ایمان ویقین کے ساتھ اس کو مان لیں اور اس بات پر کامل اعتماد کریں کہ اسی میں ہدایت،کامیابی اور شفا ہے۔[1]

(4) شرعی حدود سے آگے نہ بڑھنا:

شرعی حدود کی پاسداری رضامندی کا ثمرہ ہے جو آدمی رسول ﷺ کے فیصلے،اس کے دین اور شریعت سے راضی ہوگا وہ شرعی حدود کے اندر رہے گا ان سے باہر نہیں جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب مسلمان کو اس بات کا کامل یقین ہو کہ دین مکمل ہوچکا ہے اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں رسول اکرم نے لوگوں تک شریعت پہونچادی ہے۔دین کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جسے آپ ﷺ نے امت کو بتایا نہ ہو،مسلمان جب اس کو جانے گا اور اس پر یقین کرے گا تو شریعت کے حدود میں رہے گا اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔

وہ حدود جن کے اندر مسلمانوں کو رہنا ہے اور ان سے آگے نہیں بڑھنا ہے یہ ہیں:" اللہ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے چاہے وہ فعل واجب ہو یا مندوب ہو یا مباح ان کو کیا جائے اور حد سے تجاوز یہ ہے کہ اللہ نے جن کاموں سے روکا ہے اس کا ارتکاب نہ کیا جائے"۔[2]

حد سے تجاوز افراط اور تفریط دونوں کو شامل ہے لیکن زیادہ تر اس کا اطلاق افراط اور مقررہ حد سے آگے بڑھنے پر ہوتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(سورہ البقرۃ:229)

ترجمہ:یہ اللہ کے حدود ہیں خبردار!ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرجائیں وہ ظالم ہیں۔

نیز فرمایا:﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾(سورہ الأعراف:55)

ترجمہ:تم اپنے پروردگار سے دعا کرو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے بھی،اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

شریعت کے مقررہ حدود پر نہ رکنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ سماج میں مختلف قسم کی بدعتیں پیدا ہوئیں۔لوگ غلو اور اطراء میں پڑ گئے اور دین سے نکل گئے۔اگر لوگ اسلامی حدود اور اس کے دائرہ میں رہتے تھے تو اس نتیجہ پر نہ پہونچتے۔اس کی وجہ سے دین اور مسلمانوں کو بڑا نقصان پہونچا ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اتباع عملی مظاہر سے مرتبط ہے جس نے عمل کیا اس نے اتباع کو ثابت کیا اور اللہ اور رسول کی

---

1) مدارج السالکین:69-2/71۔

2) جامع العلوم والحکم:ابن رجب246۔

محبت میں اس کا دعویٰ سچا ہے لیکن جس نے اس میں کوتاہی کی اس نے اتباع میں کمی کی اور یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ محبت کے دعویٰ میں سچا نہیں۔

☆☆☆☆☆

غلو اور بدعت

رسول کے بارے میں غلو کرنا

بدعت

غلو کا معنی

کسی چیز کے لئے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے آگے بڑھ جانے کو عربی زبان میں غلو کہتے ہے یہ حد بندی چاہے شرعی ہو یا غیر شرعی یا عرفی راغب کہتے ہیں۔

" حد سے تجاوز کرنے کو غلو کہتے ہیں جب قیمت بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے غلا، سامان مہنگا ہو گیا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لا تغلوا فی دینکم﴾ جماع میں حد سے تجاوز کرنے کو "غلواء" کہا جاتا ہے اسی سے غلواء شباب ہے۔ [1]

لسان العرب میں ہے۔

"..........جب آدمی دین میں حد سے آگے بڑھ جائے تو بولتے ہیں، غلافی الدین، قرآن میں ہے: "لا تغلوا فی دینکم" تم اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ حدیث میں ہے: "ایا کم و الغلو فی الدین" دین میں غلو اور مقررہ حد سے آگے نہ بڑھو۔ [2]

شرعی اعتبار سے غلو یہ ہے کہ شریعت نے کسی چیز کے لیے جو حد مقرر کی ہے اس کی مقدار، وصف اور عقیدہ و عمل میں حد سے آگے بڑھ جایا جائے۔

شریعت میں کچھ ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو معنی میں غلو کے قریب قریب ہیں جیسے تشدد، تعمق، تنطع، تکلف وغیرہ۔

غلو کی قسمیں:

غلو کی دو قسمیں ہیں: (1) عقیدہ میں غلو (۲) عمل میں غلو

(1) عقیدہ میں غلو: اس کی صورت یہ ہے کہ صحیح عقیدہ و فکر کے حدود کو پار کر کے دوسرے باطل عقائد اور افکار کو اپنا لیا جائے، علم کلام اور فلسفہ سے متاثر فرقے بعض عقائد میں اہل السنۃ سے الگ ہو گئے اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آئے گی کہ انہوں نے عقیدہ کی بابت ضرور غلو کیا ہے اس کی وجہ سے صراط مستقیم سے ہٹ گئے۔

اللہ کی صفات کی نفی اور تاویل کرنے والوں کو ہم پاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کی تقدیس اور تنزیہ میں غلو کیا اور صفات کمال سے معطل کر کے معدوم صفات سے متصف کر دیا۔ اس کے برعکس مجسمہ اور مشبہ نے صفات کو ثابت کرنے میں غلو کیا حتی کہ تجسیم اور تشبیہ میں جا پڑے، حالانکہ حق دونوں کے بیچ میں ہے بنا تعطیل کے تنزیہ اور بنا تجسیم و تمثیل کے صفات کا اثبات، عقیدہ میں غلو کی مثال نصاریٰ کی ہے ان لوگوں نے عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا اور انہیں بشریت کے رتبے سے اٹھا کر مقام الوہیت پر فائز کر دیا۔

اسی قبیل سے شیعوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرنا ہے ان کی ایک جماعت نے ان کی الوہیت کا دعوٰی کر رکھا ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ معصوم ہیں۔ [3]

---

1) المفردات: 365-384۔

2) لسان العرب: 5/132۔

3) الفرق بین الفرق: 29-72۔

اسی قبیل سے صالحین اور مشائخ صوفیہ کے سلسلہ میں ان کی عصمت کا دعویٰ کر کے ان میں غلو کرنا اور بنا دلیل کے ان کی ہر بات کو مان لینا ہے یہ لوگ ان صالحین اور مشائخ صوفیہ سے فریاد طلب کرتے ہیں اور ایسے امور میں ان کو پکارتے ہیں جن کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔اس کے علاوہ اور بہت سے مشرکانہ اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(2) عمل میں غلو:

عمل سے مقصود شریعت کے احکام خمسہ ہیں واجب، مندوب، مکروہ، حرام، مباح، جس نے مندوب کو واجب، مکروہ کو حرام، مباح کو مکروہ یا حرام کرلیا تو اس نے دین میں غلو کیا اور صراط مستقیم سے ہٹ گیا۔جس نے اپنے اوپر پوری رات کا قیام واجب کرلیا اس نے غلو کیا کیونکہ اس نے مندوب کو واجب کرلیا اور شرعی حد سے آگے بڑھ گیا، اللہ نے پاکیزہ کھانوں اور نکاح کو حلال کیا ہے، آدمی زہد اور تقویٰ کے طور پر ان کو حرام کرے۔تو یہ غلو ہے۔

اس ضمن میں ہر وہ چیز آجاتی ہے جسے آدمی شریعت کے مقررہ حدود کے اوصاف یا مقدار میں اضافہ کردے جیسے وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھلنا ہے تو آدمی چار پانچ بار دھلے۔

علامہ ابن تیمیہ ؒ کہتے ہیں کہ تشدد کبھی ایسے ہوتا ہے کہ جو چیز واجب یا مستحب نہیں ہے عبادات میں اس کو واجب یا مستحب سمجھ لیا جائے اور کبھی ایسے ہوتا ہے کہ جو چیز حرام یا مکروہ نہیں طیبات اور پاکیز چیزوں میں سے ہے اس کو حرام یا مکروہ تصور کیا جائے۔[1]

ابن قیم کہتے ہیں کہ غلو کی دو قسمیں ہیں۔

(1) غلو آدمی کو اطاعت کی صف سے خارج کردے جیسے کوئی نماز میں مقررہ رکعت میں ایک یا دو رکعت کا اضافہ کردے، ممنوعہ ایام کے ساتھ ہمیشہ روزہ رکھے، جمرات کو بڑے بڑے پتھروں سے مارے، صفا و مروہ کے بیچ جان بوجھ کر دس بار سعی کرے.....وغیرہ۔

(2) ایسا غلو جس کے بارے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ آدمی اس کام کو مستقل طور پر نہ کر پائے گا اور اسے ترک کردے گا اور تھک ہار کر بیٹھ جائے گا جیسے پوری رات قیام کرنا، ممنوعہ ایام کے ساتھ ہمیشہ روزہ رکھنا، دعا اور عبادت میں نفس پر ظلم کرنا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”یہ دین آسان ہے اس میں جو بھی تشدد کا موقف اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا اس لئے درمیانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو (افضل نہ کرسکو تو اس کے نزدیک رہو) اور ثواب کی امید رکھ کر خوش رہو، صبح، شام اور رات میں عبادت کے ذریعہ اللہ سے مدد طلب کرو۔[2]

اسی طرح آپ نے فرمایا تھا: تشدد اپنانے والے ہلاک ہوئے یہ بات آپ نے تین بار دہرائی تھی۔[3]

---

1) اقتضاء الصراط المستقیم ابن تیمیہ: 1/283۔

2) الجامع الصحیح بخاری: 1/16۔

3) الصحیح: مسلم بن حجاج القشیری: 4/255۔

غلو کے اسباب

سماوی دین سے انحراف کی تاریخ میں غلو کا خطرناک کردار رہا ہے۔ دین سے منحرف ہونے اور صراط مستقیم سے ہٹنے کا یہ سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ انحراف پہلے تھوڑا ہوتا ہے اور اس کے بعد دھیرے دھیرے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہی اصل ہے۔

نصرانیت کو دیکھیں مسیح علیہ السلام کے زمانے میں یہ کس طرح شرک سے پاک وصاف اور صحیح عقیدہ کی حامل تھی لیکن اس میں غلو در آیا اور یہ ان کو دین خالص سے شرک اور آسمانی دین سے خود ساختہ دین کی طرف لے گیا جو ہندوستانی وثنیت، یونانی فلسفہ اور یہودیوں کے غلط افکار وخیالات پر مشتمل تھا۔

غلو اچانک کسی خالی جگہ میں نہیں پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے پیدا ہونے کے بہت سے اسباب اور محرکات ہوتے ہیں یہ اسباب بہت زیادہ ہیں اور ان کی مختلف قسمیں ہیں ہم یہاں ان اہم اسباب پر گفتگو کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو غلو کے دہلیز پر پہونچایا۔

(1) دین سے جہالت: اس کی کئی شکلیں ہیں۔

☆ مکلّف سے رفع حرج اور ان کے لیے دین میں جو آسانی رکھی گئی ہے اس کی بابت شریعت کے مقاصد کو سمجھ نہ پانا اس کی مثال وہ لوگ ہیں جو عبادات میں اپنے اوپر تشدد کرتے ہیں۔

☆ شریعت کے ان حدود سے جہالت جہاں مکلّف کو رک جانا ہے اور ان سے آگے نہیں بڑھنا ہے اس میں ہر قسم کا غلو آجاتا ہے جیسے مباح کو حرام اور غیر واجب کو واجب کر لینا۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی بعض انبیاء یا صالحین کو حد بشریت سے خارج کر دے اور انہیں صفات الوہیت سے متصف کرے۔

☆ شریعت کے نصوص کو ٹھیک ڈھنگ سے سمجھ نہ پانا۔ یہ غلطی اس وقت ہوتی ہے جب آدمی شریعت کی جزوی معلومات رکھتا ہو اور شرعی نصوص پر اس کی نظر گہری نہ ہو، مثال کے طور پر وعد (وعدہ) اور وعید (دھمکی) کو لیجئے شریعت میں ان کے بارے میں نصوص وارد ہوئے ہیں وعدہ کے نصوص گنہگاروں اور ڈرنے والوں کے دلوں میں امید کی کرن ہیں یہ لوگوں کو توبہ پر آمادہ کرتے ہیں وہ گناہ سے دست کش ہو کر اللہ کی طرف پلٹیں گے ان کے لئے اللہ کی طرف سے رحمت اور مغفرت ہے۔ اس کے برخلاف وعید کے نصوص میں مشرکین، کفار اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو دردناک سزا سے ڈرایا گیا ہے ہاں اگر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔

وعد اور وعید کے سلسلہ میں وارد نصوص کی یہ جامع توضیح ہے غلطی اس وقت ہوتی ہے جب جزوی طور پر کسی ایک پہلو کو لیا جائے اور دوسرے کو ترک کر دیا جائے، اس سے اعراض کیا جائے اور شرعی نصوص کی نازک گردنوں پر تاویل کی چھری پھیر دی جائے۔

مرجیہ اور خوارج سے اسی طرح کی غلطی ہوئی ہے۔ خوارج نے وعید کے نصوص کو غالب کر دیا اور وعد کے نصوص کو چھوڑ دیا اس کی وجہ سے انہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب پر کفر اور مخلد فی النار کا حکم لگایا۔ اس کے برعکس مرجیہ نے وعد کے نصوص کو غالب کر دیا اور گنہگاروں کے حق میں وعید کے نصوص کو ترک کر دیا اور اس عقیدہ کو رواج دیا کہ ایمان کے بعد معصیت ضرر رساں نہیں۔ ان لوگوں نے اس فاسد فکر کے ذریعہ شریعت کے بہت سے نصوص کو معطل کر دیا۔ انہیں لوگوں کی طرح رسول ﷺ کے بارے میں غلو کرنے والے صوفیاء بھی ہیں۔ ان

لوگوں نے یہ غلو کیا کہ رسول کی بابت انہوں نے صرف تعظیم کے پہلو کو لیا اور توحید اور شرک تک لے جانے والے اسباب کو ترک کر دیا۔اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے شریعت پر جزوی نظر ڈالی اور پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں سارے نصوص کو اکٹھا نہیں کیا ساری حدیثوں کا گہرائی سے مطالعہ کر کے حکم لگائیں۔عدم بصیرت اور خواہشات کے غلبے کے ساتھ ساتھ شریعت کے مقاصد سے جہالت نے بدعتیوں کو اس گمراہی میں ڈالا۔علامہ شاطبی کہتے ہیں:

"اس باب میں غلطی کا دارومدار صرف ایک حرف پر ہے اور وہ ہے شریعت کے مقاصد سے جہالت اور اس کے سارے اجزاء کو اکٹھا نہ کرنا، ائمہ اور پختہ علم رکھنے والے علماء کے نزدیک دلیلوں سے استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ پوری شریعت مدنظر رکھی جائے اور پیش آمدہ مسئلہ کے تعلق سے کلیات وجزئیات اور خاص جو عام سے مستثنیٰ ہے اور مطلق جس کو مقید کیا گیا ہے اور مجمل جس کی تفسیر کی گئی ہے سب کو اکٹھا کر لیا جائے۔علماء راسخین کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ پوری شریعت کو سامنے رکھتے ہیں اور اعضاء انسانی کے مانند اس کے سارے اجزاء ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں۔متشابہات کا اتباع کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ بنا سوچے سمجھے کوئی بھی دلیل پکڑ لیتے ہیں چاہے یہ دلیل کلی یا جزوی طور پر دوسری سے متعارض ہی کیوں نہ ہو۔اس طرح صرف ایک جز اسلامی شریعت کی نظر میں قطعی حکم نہیں دے سکتا۔اس لئے اس کا متبع متشابہ کا پیروکار ہوگا اور متشابہات کے پیچھے وہی لگتا ہے جس کے دل میں ٹیڑھ اور کجی ہوتی ہے جیسا کہ اللّٰہ نے اس کی شہادت دی ہے اور اس سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔[1]

(2) خواہشات کی پیروی:

خواہشات کی پیروی یہ ہے کہ آدمی کا دل میں کجی اور عقل میں فساد کی وجہ سے حق سے باطل کی طرف مائل ہو جانا: گمراہ لوگوں کا یہی طریقہ ہے اس کے برعکس حق اور ہدایت کا اتباع مومن کا شیوہ ہے قرآن میں خواہشات نفس کی مذمت کی گئی ہے اور بہت سی آیتوں میں اس سے ڈرایا گیا ہے۔اللہ نے فرمایا ہے: ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾ (سورہ روم:29)

ترجمہ: بلکہ بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ تعالیٰ راہ سے ہٹا دے،ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ (سورہ مائدہ:44)

ترجمہ: کہہ دو اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔

---

1) الاعتصام:شاطبی،:240-1/244۔

خواہشات نفس کا اتباع دین میں غلو کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ عقل کو حاکم بناتا ہے اور شریعت کے مقابلے میں اس کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ اس خطرناک مرض کا شکار صوفیاء اور متکلمین بھی ہوئے، ہر جماعت نے کچھ اصول وضوابط وضع کئے اور اسے شرعی نصوص پر حاکم قرار دیا۔ ان کے موافق جو بات رہی اس کو لے لیا اور جو چیز مخالف تھی اس کو تاویل، تحریف یا راوی میں کلام اور جرح کے ذریعہ رد کر دیا یا اگر روایت خبر واحد تھی تو اس کا سرے سے انکار کر دیا۔ جب ان لوگوں نے شریعت کو اس کے حقیقی مقام پر نہیں رکھا اور عقل کو شریعت کے مقابلے میں حاکم بنا دیا تو اس کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

(۳) موضوع اور ضعیف حدیثوں پر اعتماد کرنا:

وضع حدیث اور رسول کی طرف جھوٹ کی نسبت اتفاقی چیز نہ تھی بلکہ یہ ایک منظّم، منصوبہ بند اور بے حد خطرناک سازش تھی جسے زندیقوں نے اسلام کے خلاف چال چلنے اور دل میں چھپی ہوئی دشمنی اور حقد وحسد کی آگ بجھانے کے لئے رچی تھی۔ یہ امر اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کی صورت بگاڑنے کی جو کوشش کی اس میں انہوں نے اپنے مذہب کے ان افکار وعقائد اور نظریات کو داخل کر دیا جن کو اسلام نے توڑ دیا تھا ان لوگوں نے اسے حدیث کی شکل اس لئے دی تا کہ عوام میں اسے قبولیت حاصل ہو۔

اس کی واضح مثال شیعہ ہیں ان لوگوں نے حضرت علی، آل بیت، امامت اور اپنے سارے عقائد کے بارے میں حدیثیں وضع کیں۔ یہی وہ شیعہ ہیں جنہوں نے شخصیات کے بارے میں غلو کا دروازہ کھولا ہے مشہور معتزلی شیعہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔

”آپ یہ بات جان لیں کہ فضائل کی حدیثوں کو شیعوں نے گھڑا ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیثیں وضع کیں اس پر ابھارنے والی چیز مد مقابل سے عداوت تھی۔[1]

اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ شیعوں کے بہت بڑے ادیب نے اپنی قوم کی بابت وضع حدیث کا اعتراف کیا ہے اور اعتراف سید الادلۃ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض گمراہ فرقوں نے اپنے مذہب کی تائید اور مد مقابل کی تردید میں حدیثیں گھڑیں، عصر عباسی کے دور اول میں زندیقوں نے وافر مقدار میں حدیثیں وضع کیں۔ اس سے ان کا مقصد اسلام کی شکل کو مسخ کرنا اور دین سے لوگوں کو متنفر کرنا تھا، اس کا بے حد خطرناک پہلو یہ بھی تھا کہ بعد میں آنے والے غلو آمیز موقف کے حاملین کے لئے اس میں بہت زیادہ علمی مواد تھا جن پر انہوں نے اعتماد کیا فکری انحراف، عقیدے کے فساد اور صراط مستقیم سے ہٹنے میں ضعیف اور موضوع حدیثوں کا مؤثر کردار ہے۔

(4) دیانات قدیمہ کی شکست:

اسلامی فتوحات کی کثرت کے ساتھ ساتھ جب مملکت اسلامیہ کے حدود بہت طویل وعریض ہو گئے تو اسلام میں مختلف قوموں کے لوگ چاہتے یا نہ چاہتے داخل ہو گئے۔ اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے کی وجہ سے دشمنان اسلام خوش نہ تھے یہ دل ہی دل میں جلتے اور سلگتے تھے یہ ان کے گلے کا زخم تھا جو ٹپک رہا تھا اور آنکھوں کا تنکا تھا جو کھٹک رہا تھا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ حکومت اسلام کی ہے اور دین کا مقابلہ تیر و تفنگ سے نہیں کیا جا سکتا اور لڑائی نہ تو ممکن ہے اور نہ مفید تو یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہو گئے تا کہ اندر سے چال چل سکیں اور اسے کھوکھلا کریں۔

---

1) شرح نہج البلاغۃ: ابن ابی الحدید: 48-11/49۔

انہوں نے اس کے رخ زیبا کو بگاڑا اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا،عقیدہ وثنیت کو زندہ کرنے اور اسلامی عقیدہ کی شفافیت کو داغدار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔اس فکر کی ترویج واشاعت میں شہادت عثمان کے بعد رونما ہونے والا فتنہ معاون ثابت ہوا جوامت کے مختلف جماعتوں میں تقسیم ہونے کا سبب بنا۔اس کے بعد کلامی فرقوں کے عقیدے ظاہر ہوئے۔ان کی تاریخ اور اہل سنت کے خلاف ان کے عقیدوں اور رایوں میں غور کرنے والا محسوس کرے گا کہ اس کے پیچھے یہودی،نصرانی،مجوسی وثنی فلسفہ،یونانی،ہندوستانی اور مصری افکار کارفرما ہیں۔دشمنوں نے اپنے باطل افکار اور اسلام کے درمیان تطبیق دینے اور اسے اسلامی رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش کی۔نتیجہ میں اسلامی فلسفہ،علم کلام،اسلامی تصوف اور اسلامی فرقے اپنی مختلف رایوں اور عقیدوں کے ساتھ ظاہر ہوئے ان جماعتوں پر باطل افکار نمایاں تھے۔اسی طرح ہر فرقے کی پیدائش کے پیچھے کچھ ایسے لوگ تھے جو ظاہری طور پر مسلمان ہوئے لیکن بباطن کافر تھے انہیں میں سے عبداللہ بن سبا جو شیعوں کا رئیس اور اس فکر کا بانی اور مؤسس ہے اسی نے اس قوم کے باطل افکار وعقائد کو وضع کیا ہے جو آج تک جاری و ساری ہے ان کے باطل افکار میں سے رجعت کا عقیدہ ہے ان کا ماننا ہے کہ حضرت علی اپنی وفات کے بعد قیامت سے پہلے واپس آئیں گے اور ظلم وستم سے بھری زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

عبداللہ بن سبا کہا کرتا تھا کہ:" حیرت ہے ان لوگوں پر جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسی دنیا میں آئیں گے اور اس بات کی تکذیب کرتے ہیں کہ محمد نہیں آئیں گے جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (سورہ قصص:80)

ترجمہ: جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے۔

محمد بہ نسبت عیسیٰ کے دنیا میں واپس آنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں عبداللہ ابن سبا نے اسی پر ائمہ کی رجعت کی بنیاد ڈالی اور اسی نے وصیت کا تصور دیا کہ جس طرح محمد خاتم النبیین ہیں اسی طرح علی خاتم الاوصیاء ہیں۔یہ کہتا تھا کہ..." ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے علی محمد کے وصی ہیں۔اس طرح محمد خاتم الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔"

اس کے بعد کہتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ نہیں کیا اور آپ کے وصی حضرت علی کے حق پر ناجائز قبضہ کرلیا۔عبداللہ بن سبا اپنی یہودیت کے زمانہ میں یوشع بن نون کو موسیٰ علیہ السلام کا بالکل ویسے ہی وصی کہتا تھا جیسے اسلام ظاہر کرنے کے بعد حضرت علی کو رسول کا وصی قرار دیا۔اسی نے سب سے پہلے صحابہ پر طعن وتشنیع کیا،ان سے اپنی براءت کا اظہار کیا،اسی کو عقیدہ" تبراء" کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس یہودی نے بہت سی زہریلی باتیں شیعوں کے کانوں میں پھونکیں جسے اس قوم نے عقیدہ اور دین بنایا۔[1] ان فاسد ان افکار کو قبول کرنے کے لیے شیعہ بڑی زرخیز زمین تھے کیونکہ یہ کم عقل تھے حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

"قدر" کی بدعت کے پیچھے "سوسن" نام کے ایک نصرانی کا ہاتھ تھا یہ مسلمان ہوا لیکن مرتد ہو کر نصرانیت کی طرف پلٹ گیا اس کے افکار کو معبد

---

1) الملل والنحل شهرستانی 1/173، عبدالله بن سبا واثره في إحداث الفتنة في صدر الاسلام: سليمان العوده: 199-241۔

جھنی نے لے لیا اور اس سے غیلان نے ۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ماننا ہے کہ صفات کی تعطیل کی بابت جہم بن صفوان کی بدعت مشرکین، صابئہ اور ان اہل کتاب کی بدعتوں سے ماخوذ ہے جن کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کی کوئی ثبوتی صفت نہیں.[2]

جب ان افکار ونظریات کی ایسے لوگوں نے داغ بیل ڈالی ہے جن کے دل اسلام کے خلاف حسد اور عداوت سے بھرے ہوئے تھے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس منظّم سازش سے غافل نہ ہوں اور جن لوگوں کے عقائد پر گرفت کی جاتی ہے یا کسی بھی طرح اعتراض کیا جاتا ہے اور ان کو مضبوط اور صحیح دلائل سے اسے ثابت کیا جاتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ غلط ہے تو ان کو سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ کا مطالعہ کرنا چاہیے اور قرآن وحدیث سے اس کا فیصلہ لینا ضروری ہے ۔

---

1) شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعۃ: ابو القاسم لالکائی: 749-750/4 ۔

2) مجموع الفتاوی: ابن تیمیہ 66-67/10 ۔

انبیاء کی بابت یہود و نصاریٰ کا غلو

انبیاء کے بارے میں اس وجہ سے غلو پیدا ہوا کہ لوگوں نے بیجا عقیدت میں ان کو اس مقام سے اوپر اٹھادیا جس پر اللہ نے ان کو فائز کیا تھا۔غلو اس وقت بھی پیدا ہوتا ہے جب کسی نبی کو صفات الٰہیہ سے متصف کر دیا جائے اس کو ابن اللہ قرار دیا جائے،۔بنی اسرائیل اس کے مرتکب تھے۔یہود نے عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا تھا اسی طرح نصاری نے عیسٰی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا۔یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کے بارے میں اس وجہ سے غلو کیا کہ ان کے ہاتھوں سے بعض معجزے ظاہر ہوئے تھے وہ معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے توریت کو اپنے حافظہ سے لکھ دیا تھا جبکہ اللہ نے اسے یہودیوں کے دلوں سے مٹادیا تھا۔اسی طرح عزیر علیہ السلام کے سوسال تک مرے رہنے کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کر دیا تھا۔جب ان لوگوں کی عقل اللہ کے فعل،اس کی قدرت اور بشر کی محدود قدرت کے درمیان فرق نہ کرسکی تو عزیر کی نسبت اللہ کی طرف کر دی اور کہا کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

"ان عزیرا ابن اللہ" کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔

”ان لوگوں نے یہ بات کہی کیونکہ انہوں نے جب باطل پر عمل کیا تو اللہ نے توریت کو ان کے دلوں سے مٹادیا عزیر نے اللہ سے دعا کی اللہ نے ان کے دل میں محوشدہ توریت کو واپس کر دیا،آسمان سے ایک نور اترا اور ان کے پیٹ میں داخل ہوگیا انہوں نے اپنی قوم میں اعلان کیا اور کہا کہ اللہ نے مجھے توریت دیا ہے لوگوں نے کہا کہ ان کو توریت اس وجہ سے دیا ہے کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں“

حضرت ابن عباس ہی سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہتے ہیں۔

” بخت نصر جب بنی اسرائیل پر غالب ہوا تو اس نے بیت المقدس کو مسمار کر دیا۔توریت پڑھنے والوں کو قتل کر دیا عزیر بچے تھے اس لئے ان کو چھوڑ دیا ادھر بابل میں عزیر کی وفات ہوگئی۔یہاں یہ سوسال تک پڑے رہے،اللہ نے ان کو دوبارہ زندہ کرکے بنی اسرائیل کے پاس بھیجا انہوں نے یہودیوں کے پاس جا کر کہا کہ میں عزیر ہوں لیکن یہودیوں نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمارے آباءواجداد تو بیان کرتے تھے کہ عزیر بابل میں فوت ہوگئے ہیں اگر تم واقعی عزیر ہی ہو تو توریت املا کرواؤ عزیر نے توریت لکھ کر ان کو دیدیا تب ان لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے بیٹے ہیں۔[1]

دوسری روایت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی تھے ان کا انتقال ہوگیا تھا سوسال کے بعد اللہ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا جیسے کہ اس کی تفسیر سورہ بقرہ کی اس آیت میں آئی ہے۔

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا

---

1) زادالمسیر فی علم التفسیر:ابن جوزی:323-324/3۔

تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (سورہ بقرہ:259)

ترجمہ: یا اس شخص کے مانند جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ اسے کسی طرح زندہ کرے گا؟ اس پر اللہ نے اسے سو سال کے لئے مار دیا پھر اسے اٹھایا پوچھا کتنی مدت تجھ پر گذری کہنے لگا ایک سال یا اس کا کچھ حصہ فرمایا: بلکہ تو سو سال تک رہا، تم اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو یہ خراب نہیں ہوا ہے اور اپنے گدھے کو دیکھو ہم تم کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بناتے ہیں تم دیکھو ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں پھر اس پر گوشت چڑھاتے ہیں جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب اللہ نے ان کو بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تو انہوں نے اپنے حافظہ سے ان کو توریت کا املا کروایا جبکہ بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کے بعد اس کے سارے حافظوں کو مار ڈالا تھا۔ یہودیوں کی عقل جب اس معجزہ کا استیعاب نہ کر سکی اور اس اللہ پر ایمان نہ لائی جس نے اپنے بندے عزیر کے ذریعہ اس معجزہ کو جاری کیا تو لوگوں نے کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

نصرانیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اس وجہ سے کہا کہ یہ بنا والد کے پیدا ہوئے تھے اور یہ مجزوم اور مبروص کو شفا دیدیتے تھے اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ ان کے ساتھیوں نے نہیں کیا تھا اس کا قائل "پولس" اور وہ نصرانی تھا جن کو اس نے گمراہ کیا تھا۔ یہ بات رفع عیسیٰ کے ایک لمبی مدت کے بعد کہی گئی تھی۔

اس نے اپنے اس قول (عیسیٰ ابن اللہ) کے ذریعہ نصرانیوں کو فریب دیا اور یہ لوگ مشرک ہو گئے انہوں نے عیسیٰ کو اللہ یا ابن اللہ کہا قرآن نے مختلف مقامات پر اس فکر کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ صرف ان کا دعویٰ ہے جو دلیل سے عاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (سورہ آل عمران:59)

ترجمہ: عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اس نے مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا: (انسان) ہو جا، تو وہ (انسان) ہو گئے۔

سورہ النساء میں فرمایا: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا﴾ (سورہ النساء:181-182)

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر حق بات ہی کہو۔ مسیح بن مریم تو صرف اللہ کے رسول اور اس کے کلمہ کن سے (پیدا شدہ) ہیں جسے مریم کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہیں اس لئے تم اللہ کو اور اس کے سارے رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو اور اس

کے لئے ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بحیثیت کارساز کافی ہے مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار کھتے ہیں) اور جو شخص اس کی عبادت سے دل چرائے اور تکبر وانکار کرے تو اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ انحراف اور غلو کا آغاز اس وجہ سے ہوا کہ لوگ اللہ کی قدرت اور بندے کی قدرت، معجزہ اور نبی کے فعل کے درمیان تمیز نہ کرسکے۔ یہ انحراف بڑھتا رہا یہاں تک کہ یہ گمان کیا جانے لگا کہ یہ افعال نبی سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ وہ یا تو الہ ہیں یا ابن اللہ۔

نصرانی غلو میں یہودیوں سے آگے ہیں کیونکہ جن لوگوں نے عزیر کو ابن اللہ کہا تھا وہ یہودیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی جب کہ سارے نصرانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح ابن اللہ ہیں یا اللہ۔[1]

اللہ نے اہل کتاب کو غلو سے روکا ہے تو ہم مسلمانوں کے لئے بھی اس میں اس بات کی ممانعت ہے کہ انبیاء اور صالحین کے بارے میں یہود ونصاریٰ کے غلو آمیز موقف کو اپنائیں اور ہم بھی ویسے ہی گمراہ ہو جائیں جیسے وہ گمراہ ہوئے تھے۔ رسول ﷺ نے جہاں اپنے سلسلہ میں اطراء اور غلو سے منع کیا ہے وہیں اس بات کی بھی تنبیہ کی ہے کہ یہ عیسی کے بارے میں نصرانیوں کے غلو کے مانند ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا: تم میرے بارے میں غلو نہ کرنا جیسے نصرانیوں نے ابن مریم کے بارے میں کیا تھا میں اس کا بندہ ہوں، اس لئے تم لوگ کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔[2]

اس تاکید کے باوصف اس امت کی ایک جماعت خاص طور سے جنوب ایشیا میں رسول ﷺ کی ذات کی بابت زبردست غلو کا شکار ہے۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ (آمین)

(ان کے غلو کی کچھ جھلکیاں کتاب کے آخر میں پیش کی گئی ہیں)

---

1) تفسیر ابن حریر بری، تحقیق محمود محمد شاکر: 201-14/202۔

2) الجامع الصحیح: بخاری 4/204۔

ذات رسول ﷺ میں شیعوں کا غلو

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ کے سارے رسول بشر تھے اور جس قوم کی طرف ان کو بھیجا جاتا تھا انہیں میں سے یہ ہوتے تھے تاکہ ایک دوسرے کو آسانی سے سمجھ سکیں اور افہام وتفہیم میں کوئی دقت اور پریشانی نہ ہو۔

آخری نبی حضرت محمد ﷺ بھی بشر تھے اللہ کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی جاتی تھی رسول کے بشر ہونے سے ان کی شخصیت مجروح نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ گستاخی ہے۔

نبی کی بشریت سورج کی طرح عیاں ہے اس کے باوصف اسلام کی طرف نسبت کرنے والی بعض جماعتوں نے اس حد تک غلو کیا کہ آپ کو بشریت کے حدود سے خارج کر دیا۔ شخصیات کے باب میں شیعوں نے غلو کا دروازہ کھولا ہے انہوں نے علی اور ان کی ذریت کے بارے میں غلو کیا۔

بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت کو معصوم مانتے ہیں. اور کچھ دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی مانتے تھے بعض شیعوں نے اس حد تک غلو کیا کہ ان کو الہ قرار دیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ اللہ کی روح ان میں اور ان کی ذریت کے ائمہ میں حلول کئے ہوئے ہے۔[۱]
حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کے چچازاد بھائی، آپ کے داماد اور شیعوں کے مطابق آپ کے وصی اور خلیفہ تھے تو فطری بات تھی کہ غلو کا آغاز رسول ﷺ سے ہوا اور یہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی ذریت کے ائمہ تک پہونچے۔ اسی لئے غالی شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کا وجود ازلی اور دنیا کی تخلیق پر مقدم ہے اور آپ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔

ابوجعفر کُلینی نے غلط طریقے سے جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ رسول کا وجود ازلی ہے اسے صوفیہ **"الحقیقة المحمدیة"** یا **"النور المحمدی"** کہتے ہیں۔ شیعی روایت کے مطابق جعفر صادق کے الفاظ اس طرح ہیں۔

”ہم اللہ کے پاس تھے ہمارے علاوہ اس کے پاس کوئی نہ تھا نہ تو فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا پھر اللہ کے من میں آیا تو اس نے آسمان اور زمین کی تخلیق کی اللہ نے ان کو بنایا اور ہم اس کے سامنے تھے۔“[۲]

ابوالحسن اشعری مقالات الاسلامیین میں غالی شیعوں کے پندرہویں قسم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے سارے امور کو محمد ﷺ کے حوالے کر دیا تھا اور ان کو دنیا کی تخلیق پر قادر بنایا، انہوں نے دنیا کی تخلیق کی اللہ نے اس میں سے کسی چیز کو نہیں بنایا ہے ان میں سے بہتوں کے یہاں یہ عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔[۳]

---

1) مقات الاسلامیین: ابوالحسن اشعری: 5، الفرق بین الفرق: بغدادی: 29۔

2) الفلسفه الصوفیه فی الاسلام: ڈاکٹر عبدالقادر محمد: 579-580۔

3) مقات الاسلامیین: ابوالحسن اشعری: 16۔

ذات رسول ﷺ میں صوفیاء کا غلو

شیعوں نے حضرت علی اور ان کی ذریت کے بارے میں غلو کا دروازہ کھولا تھا لیکن یہ بیماری صوفیاء کے یہاں بھی منتقل ہوگئی۔ بہت سے افکار میں دونوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

☆ شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت کے ائمہ میں غلو کیا ہے صوفیاء ذات رسول اور آپ کے بعد اولیاء میں غلو کرتے ہیں۔

☆ شیعوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کی روح محمد ﷺ اور پھر ان کی اولاد میں حلول کئے ہوئے ہے۔ صوفیاء میں بھی اس فکر کے حامل پائے جاتے ہیں جیسے حلاج وغیرہ

☆ غالی اور سبائی فرقہ کے شیعہ یہودی، مجوسی، قرامطی، اسماعیلی، مصری فلسفہ، اور اخوان الصفاء کے رسائل سے متاثر تھے یہ لوگ صوفیوں تک ان باطل افکار وعقائد کے منتقل کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔[1]

ابن خلدون وحدۃ الوجود اور اس کے متعلقات کی بحث میں تشیع اور تصوف کے درمیان تعلقات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"ان کے اسلاف متاخرین روافض میں سے اسماعیلیوں سے گھلے ملے تھے جو حلول اور ائمہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یہ عقیدہ سابقہ رافضیوں میں نہیں پایا جاتا تھا اس لئے ہر فریق کے دل میں دوسرے فریق کے عقائد رچ بس گئے، رائیں مل گئیں اور عقیدے ایک ہی رنگ میں ڈھل گئے، صوفیاء کی تحریروں میں قطب بھی آنے لگا۔ قطب کے معنی سردار کے ہیں، ان لوگوں کا گمان ہے کہ معرفت میں قطب کے برابر کوئی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ حق تعالیٰ اسے اپنے پاس نہ بلالے اور اس کا وارث کسی ولی اللہ کو نہ بنادے۔

ابن سینا نے بھی اشارات میں تصوف کی فصلوں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: "حق تعالیٰ کی ذات اس سے برتر ہے کہ وہ گھسنے والے کے لئے گھاٹ بن جائے اور ہر شخص اپنے دل میں اس کی معرفت کا نور روشن کرے۔ یہ مقام یکے بعد دیگرے ایک شخص کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن اس دعوے کی نہ تو کوئی عقلی حجت ہے اور نہ نقلی، اسے خطابت کی ایک نوع سمجھنا چاہیے یہ رافضیوں کا عقیدہ ہے اور اسی کو یہ دین سمجھتے ہیں۔

---

1) الفلسفہ الصوفیہ فی الاسلام: 577

صوفیاء قطب کے بعد ابدال [1] کی ترتیب کے قائل ہیں۔

جیسے شیعہ نقباء کے قائل ہیں۔ یہ اپنے طریقے اور خلوت کو صحیح اور مستند قرار دینے کے لئے خرقہ تصوف کو حضرت علی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بھی انہوں نے شیعوں کی دیکھا دیکھی کیا ورنہ حضرت علی خلوت، طریقت، حال اور مخصوص لباس سے مختص نہ تھے، عام صحابہ کی طرح ان کا بھی حال تھا۔ نبی ﷺ مرنے کے بعد سب سے زیاد پارسا اور عبادت گزار صدیق اور فاروق تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ تمام صحابہ دین داری، پارسائی، اور مجاہدہ میں نمونہ تھے۔ [2]

معاصر شیعہ اور صوفیاء دونوں نے اپنے باہمی تعلقات کا تذکرہ کیا ہے سید حسین نصر کہتے ہیں:

"..........تصوف اور تشیع کا آپس میں کچھ تعلق ہے............خاص طور سے اپنے اسماعیلی رنگ اور چھاپ میں اخوان الصفاء نے تصوف کے بارے میں اپنے رسالوں میں اس کی وضاحت کی ہے، یہ لوگ اگرچہ پورے طور سے اسماعیلی نہیں ہیں لیکن ان کی نشونما شیعی سماج میں ہوئی ہے بعد میں اسماعیلی تحریک سے ان کا نام جڑ گیا۔ [3]

تصوف اور تشیع کے درمیان یہ تعلق محض تاثیر اور تاثر کا نہ تھا بلکہ یہ اک منظم تحریک تھی جس کا مقصد اسلام کے ستونوں کو توڑنا اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑنا تھا، یہ فارسی مذہب غنوصیت سے متاثر تھے۔ یہ لوگ اسلام کو دین، وثنیت اور فلسفہ کا عجیب وغریب ملغوبہ بنانا چاہتے تھے تاکہ فارسیوں اور قومیت پرستوں کی آرزوؤں کو پورا کریں جو اسلام کے پھیلنے سے نالاں تھے. بہت سے ممالک میں شیعہ اور صوفیاء کے اتفاق اور ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے لیے میدان عمل فراہم کرنا ان کے غامض مقصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے البتہ تشیع پہلا مذہب نہیں ہے جس نے باہر سے آکر تصوف کے افکار ونظریات اور عقائد پر اثر ڈالا ہے بلکہ صوفیاء مجاہدہ، سلوک اور زہد کی بابت ہندوؤں سے متاثر ہیں اور ان سے. بہت سے افکار کو لیا ہے۔ رہبانیت، خلوت، اور خانقاہی تصور کو نصرانیوں سے اخذ کیا ہے۔

یہ خانقاہ "دَیُر" کے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح ان سے غنوصی مذہب لیا ہے۔ عقول عشرہ اور وحدۃ الوجود کے عقیدے یونانی فلسفہ اور

---

2) ابدال بدل کی جمع ہے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے 7، 30، اور 40 کی بات کہی گئی ہے جب ان میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ دوسرے کو بھیجتا ہے۔

اس کی بابت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک ضعیف اور منقطع السند حدیث وارد ہوئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے ان کی تعداد چالیس ہوگی۔ جب ان میں سے کوئی مرجائے گا تو اس کے بدلے اللہ دوسرے کو بھیجے گا، ان کے ذریعہ بارش کی دعا کی جائے گی اور دشمنوں پر فتح ہوگی اور ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب ہٹ جائے گا. (المسند. امام احمد بن حنبل: 1/112)

امام احمد نے ایک دوسری مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ابراہیم خلیل الرحمٰن کے مثل اس امت میں تیس ابدال ہوں گے جب ان میں سے ایک مرجائے گا تو اللہ اس کی جگہ پر دوسرے کو کردے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (المسند: 5/ 322)

ابدال کی ساری حدیثیں موضوع ہیں اور ان ضعیف اور موضوع حدیثوں سے استدلال کرنا درست نہیں۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: الألباني: 339-341 /2، نقد فكرة الابدال: مجموع الفتاوى: ابن تيمية 1/433)

نقباء نقیب کی جمع ہے قوم کے سردار کو نقیب کہتے ہیں۔ اسباط کی تعداد میں بنی اسرائیل میں یہ کل بارہ نقیب تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا﴾ (المائدہ: 12)

ترجمہ: اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سردار مقرر کیا۔

رسول ﷺ نے عقبہ کی شب میں جب انصار سے بیعت کی تھی ان میں بارہ نقیب مقرر کیا تھا جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ اپنے اہل وعیال اور خاندان میں دعوت کا کام کریں گے امامیہ اثنا عشر شیعہ آل بیت کے بارہ اماموں کو مانتے ہیں جن کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کی گنتی کے برابر ہے یہاں سے ائمہ کے لیے نقباء کا لفظ مشہور ہوا۔

2) مقدمة ابن خلدون: 873۔ ترجمہ راغب رحمانی دھلوی: 2/372/373۔

3) الكشف عن حقيقه الصوفيه: محمود عبد الرؤف القاسم: 134۔

جدید افلاطونیت سے مستفاد ہیں۔[1]

المیہ یہ ہے کہ صوفیاء نے ہر ممکنہ مصادر سے اپنے افکار و عقائد کو لیا ہے اور اسے اسلامی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے تا کہ عوام اسے قبول کرے۔

ہمارے لئے یہاں پر جو بات اہم ہے وہ ہے صوفیا کا رسول ﷺ کی بابت غلو آمیز موقف اپنانا۔

مشہور صوفیاء میں سے ہم یہاں پر صرف دو کا تذکرہ کریں گے۔

(1) حلاج: یہ پہلا صوفی ہے جس نے الوہیت اور اپنے اندر اللہ کے حلول کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی طرح یہ پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالی ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور نور محمدی کی قدامت کا عقیدہ پیش کیا تھا۔

(۲) ابن عربی: یہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے اور یہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ مشہور رہے جو حقیقت محمدیہ (یعنی محمد ﷺ نور سے پیدا کیے گیے ہے) کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

---

1) الفلسفه الصوفیه فی الاسلام:3۔

رسول ﷺ کی بابت حلاج کا غلو

حلاج پہلا شخص ہے جس نے صوفیوں کے یہاں حلول کے عقیدہ کا اعلان کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ جس نے اپنے نفس کو اطاعت سے مہذب کیا اور لذتوں اور شہوتوں پر صبر کیا تو مقربین کے مقام پر پہونچ جائے گا۔ اس کا نفس برابر شفاف ہوتا رہتا ہے اور مہذبین کے درجات کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ بشریت سے پاک ہوجاتا ہے جب اس کے یہاں بشریت کا شائبہ ختم ہوجاتا ہے تو اس کے یہاں وہ اللہ حلول کرتا ہے جس نے عیسٰی بن مریم کے یہاں حلول کیا تھا۔ اس کے بعد یہ جس چیز کا ارادہ کرے گا وہ اس کی مشیئت کے مطابق واقع ہوگی اور اس کا سارا کام اللہ کا فعل ہوگا۔[1]

حلاج کا دعوی تھا کہ اللہ کی روح اس کے یہاں ایسے حلول کئے ہوئے ہے جیسے انبیاء سابقین کے یہاں حلول کئے ہوئے تھی۔ یہ عقیدہ اس کے اقوال، اشعار اور کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ کہتا ہے۔

مزجت روحك في روحي كما
تمزج الخمرة في الماء الزلال
فاذا مسك شئ مسني
فاذا أنت أنا في كل حال

آپ کی روح میری روح میں ایسے گھل گئی ہے جیسے شیریں پانی میں شراب مل جاتی ہے اس لیے آپ کو کوئی چیز چھوتی ہے تو مجھ کو چھوتی ہے اس طرح ہر حال میں آپ مَیں ہوں۔

اس کا یہ کفریہ شعر ملاحظہ کریں:

الا أبلغ أحبائي باني
ركبت البحر وانكسر السفينة
على دين الصليب يكون موتي
فلا البطحاء أريد ولا المدينة

میرے احباب کو بتادو کہ میں سمندر پر سوار ہوا اور کشتی ٹوٹ گئی، میری موت صلیب کے دین پر ہوگی، میں نہ تو بطحا چاہتا ہوں اور نہ مدینہ۔

یہ حلاج کے چند اشعار ہیں جو اس کے عقیدہ حلول کی وضاحت اور اس کے کفر کی صراحت کرتے ہیں۔ اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ دین صلیب یعنی عیسائی مذہب پر مرے گا۔ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کا کفر واجب ہے اس کے بعد الوہیت کے دعویٰ پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

---

1) الفرق بين الفرق:263۔

أنا الحق والحق للحق

لابس ذاته فما ثم فرق

میں حق ہوں اور حق کے لیے ہے اس کی ذات کو اوڑھے ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

یہ اپنے پیروکاروں کے پاس جب لکھتا تھا تو اپنے آپ کو الہ بتاتا تھا اور عوام میں تصوف کے پردے میں رہتا تھا۔

حلاج کا یہ ماننا ہے کہ اللہ نے آدم کے اندر حلول کیا تھا اس کے ذریعہ وہ الٰہی انسان بن گئے۔ ذات رسول کے سلسلہ میں اس کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی دو مختلف شکلیں ہیں۔

(1) قدیم ازلی نوری شکل جو کہ عالم کے وجود میں آنے سے پہلے تھی اسی سے سارا علم اور عرفان حاصل کیا گیا اور انبیاء سابقین اور اولیاء لاحقین کو اسی نے علم دیا ہے۔

(2) نبی مرسل اور محدَث مخلوق کی صورت جس کا وجود محدود زمان ومکان میں متعین ہوا اور نبی مرسل کی رسالت اسی قدیم ازلی نور سے صادر ہوئی ہے۔[1]

حلاج کا یہ عقیدہ ہے کہ نور محمدی ہی سب کچھ ہے کہتا ہے۔

اسی سے سارے نبیوں اور رسولوں نے مدد اور علم حاصل کیا ہے اور ان کے بعد اولیاء نے بھی۔ دنیا کی پیدائش سے پہلے نبی کا وجود تھا اسی وجہ سے حلاج وحی کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ رسول بذات خود رسالت لیکر آئے ہیں اور آپ نے جو باتیں بتائی ہیں وہ اپنی بصیرت سے بتائی ہیں اس کی یہ فکر اور نور محمدی کی قدامت کے اصول پر مبنی ہے۔

اس کا یہ ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم اور ان کے بعد سارے انبیاء میں حلول کئے ہوئے ہے. اس لئے وحی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح حلاج ذات رسول میں ایسے ہی غلو کرتا ہے جیسے نصرانیوں نے عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا۔ انہوں نے عیسٰی کو کلمہ الٰہیہ ازلیہ قرار دیا تھا جو ناسوت میں حلول کئے ہوئے تھا اسی وجہ سے عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ ابن اللہ ہیں۔

حلاج اور اس کے حلولی متبعین کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مظہر ہیں جن کے اندر ناسوت حلول کئے ہے اور یہ حلول صرف رسول کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان کے بعد اولیاء میں بھی پایا جاتا ہے یہ عقیدہ کفریہ ہے اور نصرانیوں کے کفر سے زیادہ گھناؤنا ہے کیونکہ نصرانیوں نے صرف عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے ساتھ حلول کو خاص کیا تھا پر حلاج نے انبیاء اور اولیاء سب کے ساتھ عام کر دیا۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ حلاج نے رسول سے محبت کی بنا پر غلو نہیں کیا ہے بلکہ اس سے اسکا مقصد الوہیت کا دعویٰ کرنا تھا اور اس بات کی صراحت کرنی تھی کہ اللہ اس کے یہاں حلول کئے ہوئے ہے تا کہ اپنے پیروکاروں کو اپنی عبادت کا حکم دے۔

اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ انبیاء کے بعد اولیاء میں حلول جاری ہے اس وجہ سے اس زمانے کے علماء اور فقہاء نے اس کے کفر، ارتداد اور زندیقیت کی بنا پر اس کے قتل کا فیصلہ صادر کیا تھا۔

---

1) الفلسفة الصوفية: 379_380۔

حلاج کو شریعت کی تلوار سے قتل کرنے کی وجہ سے ملحد صوفیاء زمین دوز ہو گئے اور اس باطنی دعوت سے رک گئے جس کا مقصد مسلمانوں کو ان کے دین سے نکال کر زندیقیت کے راستہ پر گامزن کرنا تھا۔ یہ لوگ اس لئے پردے کے پیچھے چلے گئے تا کہ ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو حلاج کا ہوا تھا یہ لوگ پوری طرح محتاط رہتے تھے تا کہ شریعت کی تلوار کے نیچے نہ آجائیں۔لیکن جب یہ مسلمانوں میں کمزوری محسوس کرتے تھے تو اپنے مذہب اور افکار کا اظہار کرنے لگتے تھے۔

حلاج کے قتل نے ملحد صوفیوں کے دل میں فقہاء سے نفرت اور عداوت پیدا کردی. یہ اپنے پیروکاروں کو ان سے نفرت دلاتے تھے۔

حلاج کے مرنے سے اس کی فکر نہیں مری بلکہ اس کے بعد جو صوفیاء آئے ان کے ذریعے اس کا اثر پھیلتا رہا۔اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ صوفیاء اس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور اس کے مذہب کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کی عبارتوں اور کفریہ باتوں کی تاویل کرتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ شہادت کی موت مرا ہے اور کئی طرح سے اس کا دفاع کیا گیا ہے۔ یہ لوگ یا تو اس بنا پر دفاع کرتے ہیں کہ حلاج کے مذہب سے واقف نہ تھے یا اس کے مذہب کے معتقد تھے۔

علامہ ذہبی اس کی حالت زندگی میں لکھتے ہیں: "اے اللہ کے بندے! آپ حلاج کے مذہب میں غور کریں جو قرامطہ کے سرداروں میں سے تھا اور زندیقیت کا داعی تھا۔آپ انصاف کریں یا پرہیزگاری کا راستہ اپنائیں اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔اگر دلیل سے آپ کے لئے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس آدمی کے شمائل اور سیرت وسلوک دشمنان اسلام کے مانند ہیں اور یہ ریاست کا طلب گار ہے،یہ حق اور باطل کے ذریعہ اپنی شخصیت کو ابھارنا چاہتا ہے تو آپ اس کے مذہب سے اپنی براءت کا اظہار کریں اور اگر آپ کے سامنے یہ بات آتی ہے کہ وہ حق پر ہے۔العیاذ باللہ۔رہنمائی کرنے والا اور ہدایت یافتہ ہے تو آپ اپنے اسلام کا خیر منائیں اور اس کی تجدید کریں اور (نئے سرے سے کلمہ پڑھیں) اور اپنے رب سے یہ فریاد کریں کہ وہ آپ کو حق کی توفیق دے اور تمہارے دل کو اپنے دین پر جما دے۔ ہدایت نور ہے،جسے اللہ اپنے مسلمان بندے کے دل میں ڈالتا ہے اللہ کے علاوہ کسی کے اندر یہ طاقت نہیں ہے۔اگر آپ اس کے بارے میں شک کرتے ہیں اور اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور اس کے اوپر جو الزام لگایا گیا ہے اس سے اپنی براءت کا اظہار کیا تو آپ نے اپنے آپ کو راحت پہونچائی۔[1]

---

1) سیر اعلام النبلا:ذہبی:14/340۔

ذات رسول ﷺ میں ابن عربی کا غلو

پچھلے مباحث میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حلاج پہلا صوفی تھا جس نے ذات رسول میں اتنا غلو کیا کہ ان کو حدود بشریت سے خارج کر دیا۔اس کے بعد ابن عربی آیا اور وحدۃ الوجود کے مذہب سے حقیقت محمدی کا عقیدہ پیش کیا۔جس کو بعد کے اکثر صوفیاء مانتے ہیں اور اس پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے ہیں۔ابن عربی کا غلو اس کے اقوال اور حقیقت محمدی میں ظاہر ہوتا ہے۔حقیقت محمدی کی بابت جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے عقیدہ وحدۃ الوجود کو سمجھیں۔

وحدۃ الوجود کے بارے میں ابن عربی کا موقف:

اس کی اساس اس بات پر ہے کہ سارا وجود ایک ہے اور وہ اللہ ہے اس دنیا میں جو مخلوقات پائی جاتی ہیں ان کا وجود اللہ کے مقابلے میں خیال، وہم یا سایہ کے مانند ہے۔

ابن عربی کے نزدیک وجود ایک ہے اور وہ اللہ ہے اور اس میں جو کثرت کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو یہ صرف مظاہر اور شکلیں ہیں۔ان میں صفات الٰہی کی تجلی ہے، وحدت یا کثرت یا حق و خلق (مخلوق) میں کوئی حقیقی فرق نہیں ہے۔صرف جہت، نسبت، اضافت اور اسماء و صفات کا فرق ہے۔اپنی ذات میں حقیقت وجود یہ ایک ہے اسماء وصفات میں اس میں کثرت ہے۔اللہ اپنی ذات میں حق ہے اور صفات میں خلق ہے۔اس کی صفات عین ذات ہیں۔خلق عین حق ہے اور حق وہی خلق ہے اس طرح ابن عربی کے نزدیک اللہ واحد ہے اور کثیر، قدیم ہے اور حدیث، ظاہر ہے اور باطن، یہ عبد بھی ہے اور رب بھی۔ابن عربی وحدۃ الوجود کے اللہ کے بارے میں کہتا ہے:

”وہ اول ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے، یہ بعینہ وہی ہے جو ظاہر ہے اور بعینہ وہی ہے جو ظہور کی حالت میں باطن ہے دنیا میں اس کے علاوہ کوئی نہیں۔وہ اپنے نفس کے لئے ظاہر ہے اور اس سے باطن ہے اللہ وہی ہے جس کا نام ابوسعید خراز ہے.....باطن کہتا ہے **"لا"** جب ظاہر کہتا ہے **"انا"** اور ظاہر کہتا ہے **"لا"** جب باطن کہتا ہے **"انا"** یہ ہر ضد میں ہے، متکلم ایک ہے اور وہی بعینہ سامع ہے......)“

”.........اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور عالم میں کوئی فرق نہیں دنیا اور اس کی ساری چیز اللہ ہے یہاں کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

یہ مذہب اس دنیا کو عدم سے وجود میں لانے پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ابن عربی کا ماننا ہے کہ خلق عبارت ہے دائمی الٰہی تجلی سے جو تھی اور رہے گی۔ہر آن حق موجودات کی ہر چیز میں ظاہر ہوتا ہے۔ہر موجود کی اصل اور موجود کا سبب فیض الٰہی ہے۔جو برابر جاری ہے۔[1]

---

1) الفلسفۃ الصوفیہ فی الاسلام: 504۔

ابن عربی کے نزدیک حقیقت محمدیہ

ابن عربی کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی مخلوقات میں تجلی فرماتا ہے اور وہ اس عالم کی روح ہے ۔انسان مخلوقات میں سب سے عظیم ہے اس لئے اس میں رب کی تجلی اعظم اور اکمل ہے ۔حقیقت محمدیہ پہلی چیز ہے جس میں حق نے تجلی فرمائی اور اس میں ظاہر ہوا۔

ایک رسالہ میں لکھتا ہے کہ اللہ نے آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا تاکہ طیب کو خبیث سے الگ کرے ۔ان کی پشت سے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کو نکالا۔ پھر شجرہ کن سے اس کے عمدہ عنصر کو نچوڑا ،اس کو متھا یہاں تک کہ اس میں مکھن ظاہر ہوا، پھر اس کو صاف کیا اور اس پر اپنی ہدایت کا نور ڈالا یہاں تک کہ اس کا جوہر ظاہر ہوا، پھر اس کو بحر رحمت میں ڈبویا پھر اس سے ہمارے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا پھر اس نور کو ملا اعلیٰ کے نور سے مزین کیا یہاں تک کہ یہ روشن ہوا پھر اس نور کو ہر چیز کے لئے اصل بنائی ۔

آپ وجود کے اعتبار سے اول ہیں لیکن ظہور کے اعتبار سے آخر میں آئے ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا اور اسی نور سے دنیا کو بنایا۔

اس کا تعلق عالم مادی کے علاوہ عالم روحانی سے بھی ہے ۔انبیاء اولیاء کے وحی والہام اور کشف کا یہ مصدر اور علم باطنی کا سرچشمہ ہے اور یہی اصل ہے اسی سے انبیاء واولیاء کسب فیض کرتے ہیں ۔

انہوں نے اپنے اس عقیدہ کی تائید کے لئے بعض احادیث کا بھی حوالہ دیا ہے لکھتا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نبیوں میں سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہوں لیکن میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی ہے ۔[1]

اس بابت سب سے زیادہ معروف اور مشہور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس کی نسبت مصنف عبدالرزاق کی طرف کی جاتی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا تھا کہ اللہ نے سب سے پہلے کون سی چیز بنائی ؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے سب سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا یہ نور ہانڈی میں گردش کرنے لگا اللہ نے جہاں چاہا۔اس وقت لوح ،قلم، جنت ،جہنم ،فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند اور انسان نہ تھے اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور کو چار حصے میں تقسیم کیا۔

پہلے حصہ سے قلم بنایا، دوسرے سے لوح، تیسرے سے جنت اور چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے جزء سے مومنوں کی آنکھوں کا نور بنایا، دوسرے سے مومنوں کے دلوں کا نور یعنی اللہ کی معرفت اور تیسرے سے توحید یعنی **لا اله الا الله محمد رسول الله** کو بنایا۔[2]

ابن عربی کے عقیدہ کی تردید:

ابن عربی کی فکر قرآن وحدیث سے متصادم اور اس سے ٹکراتی ہے ۔انبیاء نے شریعت کو ایک دوسرے سے نہیں لیا ہے ۔سوائے اس نبی کے جس کی پیروی کا اسے حکم دیا گیا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل کو توریت کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔

---

1) یہ حدیث منکر ہے "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: البانی: 4/110۔

2) (یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے مصنف عبدالرزاق کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے حالانکہ اس میں یہ حدیث موجود نہیں ہے دیکھیں: کشف الخفاء و مزيل الالباس: عجلونی: 1/113، النور المحدی: 46-53۔

ابن عربی کا یہ عقیدہ کہ نبی ﷺ حقیقت میں موجود تھے باطل ہے انہوں نے " کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین " سے جو دلیل پکڑی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فی نفسہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ آپ کی ذات حقیقت میں موجود تھی کیونکہ کسی چیز کا وجود حقیقت میں اس وقت ہوگا، جب وہ پائی جائے ۔تخلیق سے پہلے آپ کی حقیقت کا وجود ایسے ہی نہیں تھا، جیسے دوسروں کا نہیں تھا۔

ہاں اتنا ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں آپ کا نام بہت ہی زیادہ معروف ومشہور تھا اور توریت وانجیل میں آپ کی نبوت اور رسالت کی بابت لکھا تھا۔اس سے پہلے کی کتابوں میں بھی آپ کی بشارت دی گئی ہے۔ [1]

مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ایک روایت ہے جس سے غلط استدلال کیا جاتا ہے۔اس کے الفاظ اس طرح ہیں آپ سے پوچھا گیا تھا

"متی کنت نبیا وفی لفظ متی کتبت نبیاً قال: و آدم بین الروح الجسد. [2]

آپ کب نبی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو نبوت کے لئے کب لکھا گیا فرمایا اس وقت جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میسرہ کی حدیث میں لوگ غلطی کر رہے ہیں: میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کی ذات اور آپ کی نبوت اسی وقت پائی گئی۔یہ جہالت ہے اللہ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا تھا قرآن میں ہے۔﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ (سورہ یوسف:4)

ترجمہ: ہم تمہارے کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا اور آپ اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھے۔

جو آدمی یہ کہے کہ آپ کی طرف وحی کئے جانے سے قبل آپ نبی تھے وہ کافر ہے اس بات پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی نبوت کو لکھا اور اس کا اعلان آدم کے جسم کی تخلیق اور اس میں روح پھونکنے سے قبل کیا جیسے اللہ نے بتایا ہے کہ مولود کے جسم کی تخلیق کے بعد اور نفخ روح سے قبل اس کی روزی، اجل، عمل اور شقاوت وسعادت لکھ دیتا ہے۔ [3]

حقیقت محمدیہ (نوری محمدی) کو مبداالخلق (تخلیق کی ابتداء) ماننا قرآن کے خلاف ہے قرآن اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ تخلیق کی ابتداء پانی اور عرش سے ہوئی ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (سورہ ہود:7)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

---

1) مجموع الفتاویٰ:239-2/243۔

2) المسند: شیبانی:5/59، المستدرك: حاكم:608، 2/609، ہیثمی کا کہنا ہیکہ مسند احمد کے رجال صحیح کے شرط پر ہیں. 8/ 223۔

3) مجموع الفتاوی283-8/282۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ"[1]

اللہ تھا اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی اس کا عرش پانی پر تھا پھر آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھا قلم کے بارے میں جو آتا ہے کہ سب سے پہلے اس کو بنایا گیا اور کہا کہ لکھ تو یہ بات صحیح ہے لیکن یہ اولیت نسبی اور اضافی ہے پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے اس کو بنایا گیا ہے۔[2]

ابن عربی کا یہ ماننا کہ حقیقت محمدیہ مبدا الخلق ہے صحیح نہیں۔

ذات رسول ﷺ میں ابن عربی کے غلو کا مقصد

واضح رہے کہ ابن عربی اپنے فاسد عقائد وحدۃ الوجود اور حقیقت محمدیہ کی وجہ سے کافر ہے اور اس کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے ذات رسول ﷺ میں اس لئے غلو کیا تاکہ اسے ادعاء نبوت کا ذریعہ بنائے اور لوگوں کو یہ تصور دے کہ یہ خاتم الاولیاء ہے جس کا مقام و مرتبہ اس کی نظر میں خاتم الانبیاء سے بڑھ کر ہے۔ اولیاء کی نبوت کی صراحت اس نے الفتوحات المکیہ میں کی ہے۔[3]

انہوں نے الفتوحات المکیہ ہی میں اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔[4]

یہ خاتم الاولیاء کی قدامت کا عقیدہ رکھتے ہیں انکا یہ بھی ماننا ہے کہ خاتم الاولیاء علوم الانبیاء والاولیاء کا مصدر ہے۔[5]

ذات رسول میں غلو کا عقیدہ وعمل پر اثر

دین سے منحرف ہونے اور صراط مستقیم سے ہٹنے کا سب سے اہم سبب غلو اور حد سے آگے بڑھنا ہے اس سے عقیدہ وعمل پر منفی اثر پڑا اور رسول کے سلسلے میں غلو کرنے کی وجہ سے دین کی حقیقت مسخ ہوگئی اور اس کی شکل بگڑ گئی۔ یہ فساد ہمہ جہت تھا عقیدہ، عمل اور سیرت و سلوک سب اس سے متاثر ہوئے۔

اولا: عقیدہ میں۔

(الف) الوہیت۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی پیدا کرنے، تدبیر، الوہیت اور ربوبیت میں منفرد ہے وہ اکیلا ہے اس کی ذات، صفات، اور افعال میں کوئی شریک نہیں۔ لیکن ملحد صوفیاء آئے اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ خلق، تدبیر کشفِ مضرت، اور جلبِ منفعت میں اللہ کے شریک ہیں۔

---

1) الجامع الصحیح: بخاری 9/152۔
2) فتح الباری: ابن حجر: 6/289۔
3) الفتوحات المکیة: ابن عربی: 1/150۔
4) الفتوحات المکیة: ابن عربی: 3/84۔
5) فصوص الحکم: 62-64۔

(ب) رسول کی بابت عام مسلمانوں کے خلاف عقیدہ رکھنا۔

جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ اور سارے رسول بشر تھے ان کو وحی اور رسالت و نبوت کے ذریعہ فضیلت دی گئی اور ایسی خصوصیات سے نوازا گیا جو منصب رسالت کے مناسب تھیں۔لیکن ملحد صوفیاء نے اس کو وثنی عقیدہ میں بدل دیا،محمد ﷺ کو اللہ کی تجلی کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا اور ان کو وجود مطلق (اللہ) اور عالم طبیعت (خلق) کے بیچ واسطہ قرار دیا،ان کے نزدیک محمد ہی اللہ ہیں۔

مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل کے واسطہ سے وحی آتی تھی۔نزول وحی سے قبل آپ کچھ نہ جانتے تھے۔

لیکن ملحد صوفیاء اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل کو نبی ﷺ کو قرآن کی تلاوت کرتے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا جب کہ انہوں نے وحی نہیں کی تھی اس کے بارے میں جبرئیل نے سوال کیا کہ یہ کیسے ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تمہاری طرف وحی کی جائے تو ایک بار پردہ اٹھا دینا۔جبرئیل نے ایسے ہی کیا تو دیکھا کہ محمد ہی ان کی طرف وحی کر رہے تھے اس پر جبرئیل پکار اٹھے تیری ذات پاک ہے منك و اليك يا محمد.اے محمد تمہاری جانب سے تمہاری طرف۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول ﷺ ایک خاص زمانہ میں مبعوث کئے گئے تھے اور انبیاء سابقین ایک خاص علاقے میں معین اور معلوم زمانے میں بھیجے گئے تھے۔

لیکن غالی صوفیاء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا میں جتنے انبیاء آئے وہ محمد ہی ہیں یہ مختلف شکل میں آئے ہیں اس بات کی صراحت ان کے اس شعر میں آئی ہے:

كل النبيين والرسل الكرام أتوا
نيابة في تبليغ دعواه
فهو الرسول الي كل الخلائق في
كل العصور ونابت أفواه

سارے انبیاء رسول ﷺ کی دعوت کی تبلیغ کے لئے ان کی نیابت میں آئے ہیں ہر زمانہ میں ساری مخلوق کی طرف آپ ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔مختلف زبانوں نے آپ کی نیابت کی ہے۔

مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انسانوں کے مانند آپ کا انتقال ہو چکا ہے لیکن متاخرین صوفیاء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ زندہ ہیں،آپ بیداری میں نظر آتے ہیں مشائخ صوفیاء آپ سے بلا واسطہ علم حاصل کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ اکٹھا ہوتے ہیں.

(ج) محبت رسول کا غلط معنی اخذ کرنا:

محبت کی بحث تفصیل سے گذر چکی ہے اس کا معنی اور اس کی علامتیں اور اس میں اضافہ کرنے والی چیزوں کو بیان کیا جا چکا ہے۔غالی صوفیاء کے یہاں اس کا معنی آپ کی عبادت کرنا،آپ سے دعا کرنا،آپ سے سوال کرنا،میلاد پڑھنا،شرکیہ اشعار پڑھ کر آپ سے فریاد طلب کرنا ہے.

ثانیاً: شرعی عبادات پر اثر:

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑا عمل نماز اور اسلام کے ارکان ہیں لیکن غالی صوفیاء کا یہ دعویٰ ہے کہ سب سے بڑا عمل وحدۃ الوجود اور اللہ کی ذات میں فنا ہونا اور حقیقت محمدیہ پر ایمان رکھنا اور گوشہ نشینی اختیار کرنا ہے۔

مسلمانوں کو رسول ﷺ سے جو سب سے بڑی دولت ملی ہے وہ آپ کی ہدایت اور سنت ہے لیکن صوفیاء کا کہنا ہے کہ یہ طریقت اور حقیقت کے وارث ہوئے ہیں صوفیاء آپ کی سنت کی طرف توجہ نہیں کرتے، سنیوں کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں کیونکہ یہ سنت کو پھیلاتے ہیں اور زندیقوں اور ملحدوں کے باطل افکار کی تردید کرتے ہیں۔

ذات رسول ﷺ میں غلو کی بابت اسلام کا حکم:

قرآن اور حدیث میں سختی کے ساتھ غلو سے روکا گیا ہے قرآن نے صاف طور پر آپ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ بشر تھے۔ یہ صراحت اس لئے کی گئی تا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اور نصرانیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جس طرح غلو کیا تھا اس طرح اس امت کے لوگ غلو نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو خصوصی طور پر اور نصرانیوں کو عمومی طور پر غلو سے منع کیا تھا اور اس کے خطرناک انجام سے ان کو ڈرایا تھا۔

سورہ مائدہ میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ (سورہ مائدہ:77)

ترجمہ: کہہ دو اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔

اسی طرح فرمایا: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ (سورہ النسا:171)

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں غلو نہ کرو اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ تعالی کے رسول اور اس کے حکم ہیں جسے مریم کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے روح ہیں۔

ان آیات میں امت محمدیہ کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ بھی یہود اور نصاریٰ کے مانند غلطی نہ کریں اور اپنے نبی کے بارے میں غلو نہ کریں۔ اور ان کو نہ تو صفات الٰہی سے متصف کریں اور نہ ہی ان کو اپنے اس مقام سے اونچا اٹھائیں جس پر اللہ نے ان کو رکھا ہے اور نہ ہی آپ کو اپنے مقام سے نیچے اتاریں۔ اگر یہ امت ایسا کرے گی تو گمراہ ہو جائے گی اسی وجہ سے رسول ﷺ نے دین میں عمومی طور پر اور اپنے بارے میں خصوصی طور پر غلو سے روکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے آپ نے کہا تھا کہ تم میرے لئے کنکریاں چن کر لاؤ عبداللہ چن کر لائے۔ یہ مٹر کے مانند چھوٹی چھوٹی تھیں آپ نے ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر جھاڑا پھونکا اور کہا اسی طرح کی کنکریوں سے رمی کرو۔ پھر فرمایا لوگو! دین میں غلو نہ کرو تم سے پہلے کے لوگوں کو

غلو نے ہلاک کیا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ "ایا کم و الغلو فی الدین" عام ہے عقیدہ اور عمل سب کو شامل ہے۔عقیدہ اور عمل میں نصاریٰ سب سے زیادہ غلو کرنے والے ہیں۔قرآن میں ان کو اللہ نے غلو سے منع کیا ہے کہا ہے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم میرے بارے میں ایسے اطراء اور غلو نہ کرنا جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں کیا تھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس لئے تم میرے بارے میں کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔

اس شفاف حدیث کے باوجود غلو کرنے والے اس حدیث سے غلط معنی اخذ کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کو الوہیت اور ربوبیت کی صفت سے متصف کر دیا تھا اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متصف نہ کیا جائے۔اس کے علاوہ ان کی تعریف وتوصیف چاہے جیسے کی جائے درست ہے۔[2]

ان کا یہ خیال ہے کہ اس سے رسول کی تعظیم ہو گی حالانکہ سوچنے کا یہ انداز غلط ہے تعظیم رسول انہیں امور سے ہو گی جن کو آپ نے مشروع قرار دیا ہے۔

آپ نے صاف طور پر فرمایا تھا............ اللہ نے مجھے جس مقام پر رکھا ہے مجھے اس سے اوپر نہ اٹھاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبر کو عید اور مسجد بنانے سے منع کیا تھا اس کی حکمت یہ تھی کہ امت شرک میں نہ پڑ جائے۔آپ نے توحید کو کھول کھول کر بیان کیا اور شرک تک لے جانے والے سارے راستوں کو بند کر دیا۔ان راستوں میں غلو سب سے خطرناک تھا اس کو بھی واضح طور پر بیان فرمادیا۔

ان حضرات نے جن چیزوں کو محبت رسول کے نام پر گھڑا ہے یہ یا تو کفر ہیں یا کفر تک لے جانے والی ہیں جس نے علم اور جانکاری کے بعد بھی اس عقیدہ کو اپنایا اور اس پر عمل کیا تو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔

☆☆☆

---

1) اقتضاء الصراط المستقیم: ابن تیمیہ: 289-290۔

2) الجوهر المنظم فی زیارة القبر النبی المکرم: ابن حجر هیثمی: 61

بدعت

اس میں تین مباحث ہیں

(1) بدعت کی تعریف

(۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے میں ظاہر ہونے والے بدعتیں

(3) بدعت کے آثار

بدعت کی تعریف اور اس کا حکم

بدعت: ہر وہ چیز جو ایجاد کی گئی ہو اور سابق میں اس کی نظیر اور مثال موجود نہ ہو وہ چاہے مذموم ہو یا محمود۔ البدیع المحدث یعنی نئی چیز کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں ہر اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جو دین میں ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

ہر بدعت مذموم ہے بدعتِ محمودہ اور مذمومہ کی تقسیم صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (سورہ مائدہ:3)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے اس میں کمی یا زیادتی نہیں کی جا سکتی۔

نیز فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورہ الأنعام:153)

ترجمہ: اور یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے تم اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ سے جدا کر دیں گی اللہ نے تم کو اس کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

صراط مستقیم وہی اللہ کا راستہ ہے جس کی طرف اس نے دعوت دی ہے اور یہی سنت ہے اور سبل سے مقصود صراط مستقیم سے معارضہ اور اختلاف کرنے والے لوگ ہیں یعنی اہل بدعت اور اہل الاہواء۔

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں لکیریں کھینچی اور فرمایا: یہ راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو ان پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾[1]

بدعت کی مذمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور ایک بلیغ خطبہ دیا اس کو سن کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل خوف زدہ ہو گئے ایک صاحب نے کہا اے اللہ کے رسول یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ وداع کرنے والے کی نصیحت ہو اس لئے آپ ہمیں نصیحت فرمائیں۔ آپ نے کہا: میں تم کو اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر تمہارا حاکم حبشی غلام ہو تب بھی اطاعت سے دست کش نہ ہونا تم میں سے جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو مضبوطی سے تھام لو اور دیکھو بدعتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی چیز (یعنی دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت کا انجام ضلالت اور

---

1) المسند 1/460، الحاکم 2/239۔ ذہبی نے حاکم کی تصحیح کی موافقت کی ہے۔

گمراہی ہے۔

مسلم کی ایک لمبی حدیث میں ہے: "فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ "۔ [1]

سب سے بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے سب سے بہتر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے سب سے برے امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جس کا تعلق اس دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

حدیث کا مفاد یہ ہے کہ دین میں ایجاد کی گئی ہر بدعت مردود ہے چاہے اس پر عمل کرنے والے نے خود اس کو ایجاد کیا ہو یا اس سے پہلے کوئی دوسرا اس کا موجد ہو۔ ہر وہ کام جس کا حکم اللہ اور رسول نے نہ دیا ہو تو یہ غیر مقبول ہے اس کو عامل کے منہ پر مار دیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا ہے: فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فليس منى " [2] جس نے ہماری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

☆☆☆

---

1) صحیح مسلم: 2/592۔

2) جامع العلوم والحکم: 52۔

محبت رسول ﷺ کے دعوے میں ظاہر ہونے والی بدعتیں

ذات رسول میں غلو کی وجہ سے عقائد اور عبادات میں بدعتوں نے جنم لیا، بدعتیوں نے ان کو رسول سے محبت کرنے کے دعوے میں ایجاد کیا، وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان بدعتوں نے ترقی کی اور ان میں اضافہ ہوتا رہا اس بابت ذیل کی تفصیل ملاحظ فرمائیں۔

صوفیاء کا دعوی کہ یہ رسول کو حالت بیداری میں دیکھتے ہیں:

صوفیاء اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں آپ کے اندر زندوں کی ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں، آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے ہیں یہ لوگ آپ کو حالت بیداری میں دیکھتے ہیں، آپ کے ساتھ بیٹھتے ہیں، آپ صوفیاء کے مخصوص طریقہ عبادت کی رہنمائی کرتے ہیں، مجالس اور میلاد کی محفلوں میں آپ تشریف لاتے ہیں۔

عمر بن سعید الفوتی کتاب الرماح میں لکھتا ہے:

"اولیاء بیداری کی حالت میں رسول ﷺ کو دیکھتے ہیں ہر محفل اور مجلس میں آپ اپنے جسم اور روح کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔........ ....آپ اپنی اسی شکل میں ہیں جیسے پہلے تھے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔آپ نظروں سے ایسے اوجھل ہیں جیسے ملائکہ۔جب اللہ چاہتا ہے کہ کوئی بندہ ان کو دیکھے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور وہ آپ کو اپنی ہیئت میں دیکھتا ہے۔

انہیں بدعات اور خرافات پر صوفیاء کی عبادات اور طرق کا دارومدار ہے۔اس کو"الطرق المحمدیہ" کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے حالت بیداری میں ان کو نبی ﷺ سے اخذ کیا ہے۔

ان لوگوں نے حالت بیداری میں نبی ﷺ کے دیکھنے کے سلسلے میں "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ" سے استدلال کیا ہے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے ہم کو خواب میں دیکھا تو وہ ہم کو بیداری میں دیکھے گا کیونکہ شیطان ہماری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔[1]

لیکن ان کا استدلال باطل ہے۔علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتی ہے جسے انہوں نے اخذ کیا ہے حدیث میں کئی معانی کا احتمال ہے اس کی تفصیل یوں ہے۔

(1) جو آپ کی زندگی میں ایمان لایا پر آپ کو دیکھا نہیں اور نہ دیکھنے کا سبب یہ بنا کہ وہ دور تھا تو یہ حدیث اس بات کی بشارت دیتی ہے کہ آپ کی زندگی میں جو مومن تھا اور آپ کو نہیں دیکھا ہے وہ آپ کو حالت بیداری میں آپ کی وفات سے قبل دیکھے گا۔

(2) وہ اس خواب کی تعبیر اس کی صحت اور صداقت کو حالت بیداری میں دیکھے گا۔

(3) وہ حالت بیداری میں آخرت میں آپ کو دیکھے گا اس خواب کے دیکھنے والے کے لئے اس میں بشارت ہے کہ وہ ایمان کی حالت میں مرے گا۔

نبی ﷺ کا غیر مشروع وسیلہ لینا:

صوفیاء نبی ﷺ کی ذات اور جاہ کا وسیلہ لیتے ہیں، آپ کے واسطہ سے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، آپ سے فریاد طلب کرتے ہیں اور ان

---

1) بخاری:9/42۔

کے سامنے اپنی ضروریات رکھتے ہیں۔

نبی کا وسیلہ: (1) جائز وسیلہ (2) ناجائز وسیلہ

جائز وسیلہ: آپ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کا وسیلہ لینا: یہ وسیلہ ہر مسلمان پر ہر حالت میں فرض عین ہے، حجت قائم ہونے کے بعد کسی بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوسکتا اور کسی کو معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اللہ تعالی نے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت کو ہر خیر کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے اور اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی مضمر ہے۔

اسی طرح آپ کی زندگی میں آپ سے دعا طلب کرنا اور سفارش کروانا، صحابہ کرام آپ سے طلب کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے دعا کردیں، ان کے لئے استغفار کریں، قیامت کے دن جب سارے انبیاءؑ شفاعت سے انکار کردیں گے تو حضرت محمد ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ آپ کی وفات کے بعد کوئی آپ سے دعا کا مطالبہ نہیں کرتا تھا نہ تو آپ کی قبر کے پاس اور نہ ہی کسی دوسری جگہ سے۔ صحابہ تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا ہے۔

ناجائز وسیلہ: نبی ﷺ کی ذات اور آپ کی جاہ کا وسیلہ لینا اور آپ کے واسطہ سے اللہ سے دعا کرنا جیسے بحق النبی بجاہ النبی۔

یہ وسیلہ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس کی بابت کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، صحابہ کرام نہ تو آپ کی زندگی میں ایسا کرتے تھے اور نہ ہی آپ کی وفات کے بعد۔ نہ آپ کی قبر کے پاس اور نہ ہی کسی دوسری جگہ پر بلکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر نے قحط پڑنے پر نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس سے دعا کروائی تھی۔

غیر مشروع وسیلہ کے قائلین کی بعض دلیلوں کا جائزہ:

یہ لوگ قرآن وحدیث سے بہت سی دلیلیں پیش کرتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (سورہ مائدہ:35)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاشو۔

اسی طرح سورہ الاسراء کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ﴾ (سورہ اسراء:57)

ترجمہ: جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب سے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا ہے کہ دونوں آیتوں میں وسیلہ عام ہے یہ انبیاء اور صالحین کی ذات فاضلہ کو زندگی میں اور مرنے کے بعد نیز اعمال صالحہ دونوں کو شامل ہے۔

لیکن ان کا استدلال غلط ہے آیت اس کے خلاف دلالت کرتی ہے اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ آیت عرب کے کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنات کی عبادت کرتے تھے۔ جنات مسلمانوں ہوگئے لیکن جنات کے پجاری اپنے دین پر جمے رہے اور ان کی عبادت کرتے رہے۔ [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جنوں کے پجاری تو جنوں سے پناہ طلب کرتے تھے اور امیدیں وابستہ کرتے تھے لیکن مسلمان ہونے کے بعد ان جنوں کا یہ حال ہوگیا کہ وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے میں لگے رہتے، اس کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے تھے۔

وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ کی رضامندی اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے اسی لیے حضرت ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، سدی اور ائمہ تفسیر نے وسیلہ کے معنیٰ قربت بیان کئے ہیں یعنی اللہ کی اطاعت اور اسکے پسندیدہ عملوں کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنا۔ [2]

"وابتغوا الیہ الوسیلۃ" کی بابت مشہور مفسر قرآن علامہ شنقیطی تحریر کرتے ہیں:

" جان لو کہ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اس آیت میں الوسیلہ سے مراد اللہ کے احکام کی پیروی اور ممنوعات و محظورات سے اجتناب کرکے اس کا تقرب حاصل کرنا ہے اور ضروری ہے کہ یہ اعمال اخلاص کے ساتھ سنت کے مطابق ادا کئے جائیں کیونکہ یہی چیز اللہ کی رضامندی تک پہونچائے گی اور اسی سے دنیا اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی..........اس تحقیق سے آپ کے لئے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ بہت سے جاہل، ملحد جو تصوف کا دعوی کرتے ہیں کہ الوسیلہ سے مقصود وہ شیخ ہے جو ان کے اور رب کے درمیان واسطہ ہوتا ہے یہ جہالت اور گمراہی ہے اور اللہ کی کتاب سے کھلواڑ کرنا ہے...............اس لئے ہر مکلّف پر واجب ہے کہ وہ یہ جانے کہ اللہ کی رضامندی اس وقت حاصل ہوگی اور اس کی رحمت اور جنت اس وقت ملے گی جب وہ رسول کا اتباع کرے جو اس سے ہٹے گا وہ گمراہ ہوگا۔ [3]

مستدرک حاکم کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد نبی ﷺ کا وسیلہ لے کر دعا کی تھی اللہ تعالی نے ان سے پوچھا تھا کہ تم نے ان کو کیسے جانا جب کہ میں نے ان کو ابھی پیدا نہیں کیا ہے تو آدم نے کہا کہ اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا دیکھا تو عرش کے پایہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اپنی مخلوق کے سب سے محبوب آدمی ہی کو جوڑا ہے اللہ نے کہا آدم تم نے سچ کہا، وہ مخلوق میں میرے سب سے چہیتے ہیں ان کے صدقہ تم دعا کرو میں تم کو معاف کردوں گا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ [4]

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو متہم بالوضع ہے۔ علامہ ابن تیمیہ، ذہبی، ابن عبدالہادی، ابن حجر کا کہنا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ [5]

---

1) صحیح بخاری: 6/107۔

2) احسن البیان: تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف: 988-989۔

3) اضواء البیان فی ایضاح القرآن: شنقیطی 97-2/98۔

4) المستدرک علی الصحیحین: ابوعبداللہ الحاکم حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن ذھبی نے ان کی گرفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ 2/615۔

5) القاعدہ الجلیلہ: 86-90، میزان الاعتدال: 2/504، الصارم المنکی: 37، لسان المیزان: 359-3/360،

نبی ﷺ کی ذات اور جاہ کا وسیلہ بدعت:

رسول ﷺ کی ذات اور جاہ کا وسیلہ لینا بدعت ہے جیسے "اللهمّ أتوَسّلُ إلَيكَ بِنَبِيّك، اللهمّ بجَاه بِنَبِيّك اغفر لی، اللهمّ بِحَقّ بِنَبِيّك اقض حوائجی"

یہ بدعت اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی آپ نے اسے قربات میں شمار کیا ہے اسی طرح صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نے اس قسم کا وسیلہ نہیں لیا ہے۔

رسول سے حاجات طلب کرنا شرک ہے:

نبی ﷺ سے حاجات طلب کرنا، پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے آپ کو پکارنا اور آپ سے شکوہ کرنا شرک ہے۔ اس کو اللہ اور رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کا شرک ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر کسی نے رسول سے کوئی ایسی چیز آپ کی زندگی میں مانگی جس کو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے تو یہ شرک ہوگا پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کو پکارنا، آپ سے فریاد طلب کرنا اور مشکلات دور کرنے کے لئے آپ سے دعا کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اس کو وسیلہ کہنا درست نہیں ہے یہ شرک اکبر ہے۔

نبی ﷺ کی قبر کی زیارت سے متعلق بدعتیں:

رسول اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کے سلسلہ میں مشروع یہ ہے کہ آدمی مسجد نبوی میں داخل ہو اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے۔ اس کے بعد ریاض الجنہ میں جائے اور اس میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ اگر یہاں موقع نہ ملے تو کہیں پر پڑھ لے اس کے بعد رسول ﷺ ابو بکر اور عمر کو سلام کرے۔ اس کیفیت کی یہ زیارت مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے یا مدینہ کے باشندے کے سفر پر جانے والے کے لئے مستحب ہے۔ یہ استحبابیت زیارت قبور کی بابت وارد صحیح احادیث کے عموم سے ماخوذ ہے لیکن کسی بھی صحیح حدیث میں صرف آپ کی قبر کی زیارت کے لئے نا اہل علم کے یہاں ثابت نہیں ہے۔[1]

افسوس سے لوگوں نے آپ کی زیارت کے سلسلہ میں بہت سی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں اور زیارت قبر نبوی کی بابت شرعی حدود سے آگے بڑھ گئے ہیں ان بدعتوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت واجب ہے:

بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت واجب ہے۔ بہت سے لوگ اس کو حج کا ایک جزء مانتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ بنا آپ کی قبر کی زیارت کے حج پورا نہیں ہوگا۔

یہ لوگ دین کے احکام سے جہالت، ضعیف اور موضوع احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ سے اس گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ عوام کی زبان پر یہ حدیث بہت مشہور ہے: "من زار قبری وجبت له شفاعتی"۔[2]

---

1) مجموع الفتاوی: ابن تیمیہ: 27/383۔

2) سنن الدار قطنی: 2/278، الصارم المنکی 3-18، اس کی سند میں موسی بن اسماعیل ضعیف ہے۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

"من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی"۔[1]

جس نے حج کیا اور میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

یہ سنداً اور متناً دونوں اعتبار سے منکر ہے، کیونکہ جو آپ کی وفات کے بعد زیارت کرے گا گویا اس نے آپ کی زندگی میں زیارت کی اور یہ امر مسلم ہے کہ جو آپ کی زندگی میں ایمان کی حالت میں آپ سے ملے گا وہ صحابی کہلائے گا تو جس نے وفات کے بعد زیارت کی ہے وہ ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ بھلے ہی یہ نیک کام کرنے میں ان کا مشارک ہو۔[2]

اسی طرح یہ موضوع حدیث بہت سنائی جاتی ہے: "من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو اسنے میرے اوپر ظلم کیا۔

نبی ﷺ کے ساتھ ظلم و جفا اگر کفر نہیں تو گناہ کبیرہ ضرور ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ کی قبر کی زیارت واجب ہے جب کہ علماء کے نزدیک مشروع زیارت صرف مستحب ہے۔ تو اس کا تارک نبی ﷺ کے ساتھ جفا کار، ظالم اور آپ سے اعراض کرنے والا کیسے تصور کیا جائے گا۔[3]

خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے وجوب کا عقیدہ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(2) مسجد نبوی میں اجازت مانگنے والے کی ہیئت میں داخل ہونا:

ابوالحسن شاذلی کی کتاب میں ہے کہ یہ جب مدینہ آیا۔ اللہ اس شہر کو مشرف کرے۔ تو حرم کے دروازے پر دن کے اول حصہ سے دوپہر تک ننگے سر اور ننگے پاؤں کھڑا رہا، نبی ﷺ سے اجازت طلب کر رہا تھا۔ اس کی بابت اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ جب اجازت دی جائے گی تب میں داخل ہوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ اے ایمان والو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو۔

روضہ شریفہ سے آواز آئی کہ داخل ہو جا۔[4]

یہ بدعت اور منکر ہے کسی بھی عالم نے یہ بات نہیں کی ہے اس آیت سے استدلال غلط ہے۔ آپ کی وفات کے بعد دخول کو زندگی میں آپ کے گھر میں داخل ہونے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ داخل ہونے والا مسجد میں جاتا ہے چاہے یہ دخول زندگی میں ہو یا وفات کے بعد۔ مسجد میں جانے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں اگر یہ مشروع ہوتا تو صحابہ اس پر عمل کرتے۔

---

1) الضعیفہ: 62-63۔

2) القاعدہ الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ: 56۔

3) الضعیفہ: البانی: 1/61۔

4) الصوفی المجاھد والعارف باللہ: عبدالحلیم محمود: 79-80۔

(3) آپ کی قبر کی زیارت کے وقت کھڑے ہونے، سلام کرنے اور دعا کرنے میں خاص ہیئت کا التزام کرنا:

بعض لوگ نبی ﷺ کی قبر شریف کے سامنے نماز پڑھنے والے آدمی کی ہیئت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے رہتے ہیں۔ یہ ہیئت صرف نماز ہی میں جائز ہے۔

بہت سے لوگ سلام کے وقت حد سے آگے بڑھتے ہوئے آپ کی قبر کی طرف منہ کرکے دعاء مانگتے ہیں ایسا کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ آپ سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

(4) حجرہ کو تبرک کے لئے چھونا، اس کی کھڑکیوں کو چومنا اور اس کا طواف کرنا:

یہ سب عبادات ہیں اور کعبہ کے علاوہ کی دوسری جگہ یا مسجد کو نہ تو چوما جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا طواف کیا جاسکتا ہے۔

(5) زائر کا یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ اس کے دل کے احساسات اور نیتوں کو جانتے ہیں:

ابن الحاج اپنی کتاب "المدخل" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہے جیسے آپ کی زندگی میں کھڑا ہوتا تھا۔ آپ کی موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی آپ اپنی امت کے احوال، ان کی نیتوں، دل کے احساسات اور ان کے عزائم کو جانتے ہیں کوئی چیز آپ پر مخفی نہیں ہوتی ہے۔[1]

یہی مؤلف ایک دوسری جگہ لکھتا ہے: زائر کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنی حاجات اور گناہوں کی مغفرت کا تذکرہ زبان سے کرے بلکہ صرف اپنے دل میں ان کا استحضار کرے۔ نبی ﷺ اس کے حوائج اور ضرورتوں کو جانتے ہیں۔ ان پر اپنی جان سے زیادہ رحم کرنے والے اور اپنے اقارب سے زیادہ شفیق ہیں۔[2]

یہ عقیدہ رکھنا تو آپ کی زندگی میں جائز نہیں تھا آپ کی وفات کے بعد کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ کیونکہ غیب کا علم اور دل کی چھپی ہوئی باتیں صرف اللہ جانتا ہے اللہ کے علاوہ اس کو کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے مناسب بھی نہیں ہے کہ اس کو اس سے متصف کیا جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾ ترجمہ: کہہ دو آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ کسی کو غیب کا علم نہیں۔

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾ (سورہ اعراف: 188)

ترجمہ: آپ کہہ دو کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہونچتا۔ میں محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو

---

1) المدخل: ابن الحاج 258-1/259۔

2)) المدخل: ابن الحاج: 1/264۔

ایمان رکھتے ہیں۔

جو اس بات کا عقیدہ رکھے کہ رسول اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد غیب اور دل کی باتوں اور اس کے احساسات کو جانتے ہیں تو وہ مشرک ہے۔ ہاں اتنا مسلم ہے کہ اللہ نے آپ کو بہت سی غیب کی باتیں بتائی ہیں تو یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہیں اللہ کی طرف سے آپ کو اس کا علم دیا جاتا تھا نہ کہ آپ مطلقاً غیب کا علم رکھتے تھے۔

(6) آپ کی قبر کو عید بنانا:

قبر کو عید بنانے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کثرت سے آنا اور بھیڑ لگانا جیسے عید کے مقامات پر ہوتا ہے یا آپ کی زیارت کا خاص وقت معین کر دینا جیسے ہر ہفتے میں، ہر مہینے میں یا سال میں، نبی ﷺ نے اس سے منع کیا ہے آپ نے فرمایا ہے تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، تم میری قبر کو عید نہ بنانا، میرے اوپر درود پڑھو تم جہاں بھی رہو تمہارا اسلام ہم تک پہونچے گا۔ اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بار بار قبر پر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض نے ان کی یہ عبارت اپنی کتاب میں نقل کی ہے:

"مدینہ کے باشندوں میں سے جو مسجد نبوی جائے اس کے لئے لازم نہیں ہے کہ وہ قبر پر جائے یہ باہر سے آنے والوں کے لئے ہے... ....لیکن جو سفر سے واپس آئے یا سفر کے لئے جائے، تو یہ قبر پر جا سکتا ہے وہاں جا کر نبی ﷺ پر درود بھیجے اور حضرت ابو بکر و عمر کے لئے دعا کرے، ان سے کہا گیا کہ مدینہ کے بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ تو سفر سے آتے ہیں اور نہ ہی سفر پر جانا ہوتا ہے لیکن یہ دن میں ایک بار یا اس سے زیادہ گھنٹوں کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس شہر کے اہل علم سے ہمیں کوئی بات معلوم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ترک میں وسعت ہے۔ دور اول میں امت جس پر عمل کرنے سے کامیاب و کامراں ہوئی ہے اسی پر عمل کر کے آخری امت بھی کامیاب ہوگی۔ قرن اول اور اس کے بعد کے دور میں کوئی ایسا نہیں کرتا تھا۔ [1]

(7) مدینہ میں آٹھ دن کی اقامت اور چالیس نماز کا التزام:

عام طور سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آٹھ دن اقامت کرنے اور مسجد نبوی میں چالیس نماز پڑھنے سے آدمی کی جہنم سے براءت ہو جائیں گی۔ اس بابت لوگ مسند احمد کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے ہماری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں تو اس کے لئے جہنم سے براءت، عذاب سے نجات اور نفاق سے براءت لکھ دی جائے گی۔ [2]

لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ نبیط بن عمرو اس کو انس سے روایت کرتے ہیں اور یہ محدثین کے یہاں مجہول ہیں۔ [3]

یہ عقیدہ بدعت اس اعتبار سے ہے کہ اس سے مخصوص ایام میں مخصوص نمازیں متعین کی گئی ہیں اور ان کا معین ثواب ہے اور یہ چیز صحیح دلیل ہی سے ثابت ہو سکتی ہے اور یہ دلیل قابل حجت نہیں ہے۔

---

1) الشفا:2/88۔

2) المسند:3/155۔

3) السلسلۃ الضعیفہ:البانی1/366۔

لیکن بنا تحدید اور وقت معین کے اس میں نماز پڑھنا افضل ہے اس کی ایک نماز دوسری مسجدوں کے مقابلے میں ایک ہزار درجہ فضیلت رکھتی ہے البتہ مسجد حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہوتی ہے۔

(8) زائر صدقہ پیش کرے:

وفاء الوفاء کے مؤلف کا کہنا ہے کہ زائر رسول ﷺ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کرے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾ (سورہ المجادلہ:12)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

"لیکن یہ آیت منسوخ ہے اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے اس کی ناسخ آیت یہ ہے۔ ﴿أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (سورہ المجادلہ:13)

ترجمہ: کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے تم کو معاف کر دیا تو نماز قائم کرو، زکوۃ دو۔

نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کو آپ کی زندگی میں سرگوشی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا یہ قیاس باطل ہے کیونکہ زیارت کا مقصود آپ کو سلام کرنا ہے اور یہ نجوی (سرگوشی) کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ اسے ہر کوئی سنتا ہے۔ اگر نجوی مشروع ہے تو وہ رسول کی زندگی میں ہے آپ کی وفات کے بعد کیسے مشروع ہو سکتا ہے جبکہ وہ منسوخ ہے۔

(9) حجرہ شریفہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا:

حجرہ کو دیکھنا ایسے ہی عبادت ہے جیسے کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔[1] یہ عقیدہ بھی باطل ہے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو عبادتیں نصوص اور دلیلوں سے ثابت ہوتی ہیں قیاس سے نہیں، حجرہ شریفہ کو کعبہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

(10) رسول سے فریاد طلب کرنا، آپ سے شکوہ کرنا اور آپ کے سامنے اپنی مشکلات رکھنا:

آپ ﷺ سے فریاد طلب کرنا اور آپ کے سامنے اپنی مشکلات رکھنا ناجائز ہے۔

☆☆☆

---

1) وفاء الوفا: 4/1410۔

میلاد کی بدعت

دنیا کے مختلف علاقوں میں صوفیاء اور بریلوی وغیرہ جشن عید میلاد مناتے ہیں ۔ یہ جشن ۱۲ ربیع الاول کو منعقد کیا جاتا ہے ۔ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اس دن بڑا جوش وخروش ہوتا ہے ۔ گاڑیوں کا بہت بڑا جلوس نکالتے ہیں، مائیکروفون پر لڑکیاں اور لڑکے دونوں حضرات اشعار پڑھتے ہیں، عید میلاد میں اب وسعت بھی کردی گئی ہے اور کسی بھی وقت اس کا انعقاد کر دیا جاتا ہے ۔

اس بدعت کا ظہور عبیدیوں کے زمانے میں ہوا تھا جن کو الدولۃ الفاطمیہ کہا جاتا ہے ۔ انھوں نے اس کو اس لئے ایجاد کیا تھا کہ لوگوں کے دلوں کو کھینچیں اور ظاہر کریں کہ یہ رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فاطمی حکومت میں دوسرے اسلامی مما لک کے مقابلے میں تشیع اور اہل بیت کی محبت کی آڑ میں سب سے زیادہ زندیقیت اور الحاد پھیلا ۔ ان لوگوں نے میلاد نبوی، میلاد علی، میلاد فاطمہ، میلاد حسن، میلاد حسین اور وقت کے حاکم کی میلاد کو ایجاد کیا اور یہ پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا ۔ (عیسائیوں کے برتھ ڈے سے بھی مسلمان متاثر ہوئے) ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عید میلاد النبی بدعت ہے ۔ جو لوگ یہ جشن مناتے ہیں وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں لیکن ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر یہ جشن مفاسد سے خالی ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اس میں کھانا کھلایا جاتا ہے، سیرت خوانی ہوتی ہے اور آپ کی ولادت کی خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے ۔[1]

لیکن یہ مندرجہ زیل اسباب کی بنا پر ممنوع ہے ۔

(1) اسے لوگوں نے عید بنالیا جب کہ شرعی عید صرف دو ہیں عید الفطر، عید الاضحیٰ ۔

(2) اس کو لوگوں نے شرعی عبادت اور اللہ کی قربت کا ذریعہ بنالیا یہاں تک کہ بعض مقامات پر جو آدمی اس جشن میں شرکت نہیں کرتا ہے اس کو گستاخ، سنگ دل اور دین سے دور اور اسلام سے خارج ہونے کا بھی سنگین الزام لگاتے ہیں ۔[2]

(3) سلف صالحین نے جشن عید میلاد نہیں منایا ہے جب کہ وہ رسول ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے ۔ وہ آپ کے حقوق کو سب سے زیادہ جانتے تھے ۔ اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو یہ اس کے کرنے میں سبقت کرتے ۔

(4) جشن میلاد میں ناجائز اور حرام کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے. جلوس نکالتے وقت بعض مقامات پر بالغ اور نیم بالغ لڑکیاں شریک ہوتی ہیں، جلوس میں کم از کم تین نماز آتی ہے لیکن اکثر لوگ نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتے، شرکیہ اور غلو آمیز اشعار پڑھے جاتے ہیں، اور اہل حدیثوں کے خلاف نعرے لگائے جاتے ہیں اور زہر افشانی کی جاتی ہے غیر قوم کے لوگ اس کو دیکھ کر اسلام سے متنفر ہوتے ہیں اور ان کے دلوں پر اس سے اچھا اثر نہیں پڑتا ہے ۔

(5) یہ ممنوع اس لیے بھی ہے کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا برتھ ڈے مناتے ہیں ۔

---

1) الحاوی للفتاوی: السیوطی: 292-1/305 ۔

2) مجموعہ: رسائل الشیخ عبداللّٰہ بن زید آل محمود 1/492 ۔

6) ایک بات یہ بھی ہے کہ نبی اکرم نے اسے نہیں کیا اور نہ حکم دیا.سبب موجود تھا یعنی آپ پیدا ہو چکے تھے اور کوئی مانع (رکاوٹ) نہیں تھا. ہر چیز میسر تھی اور سارے اسباب و وسائل موجود تھے پر نہ تو آپ نے حکم دیا اور نہ ہی جلوس نکالا اور خیر القرون نے بھی کچھ نہیں کیا تو یہ چیز کیسے جائز ہو سکتی ہے.

مومن اس بات پر خوش ہو کہ: اللہ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا، آپ پر وحی نازل فرمائی، یہ سب سے بڑا احسان ہے جو اللہ نے بندوں پر کیا۔ اگر وحی اور بعثت نہ ہوتی تو سارے رسولوں کے بیچ میں ہمارے رسول کا یہ مقام اور مرتبہ نہ ہوتا جیسے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ﴿قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (سورۃ یونس:16)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو اس کو پڑھ کر سناتا اور نہ تم کو اللہ اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے ایک لمبی مدت تک تم میں رہ چکا ہوں، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

سورہ عنکبوت میں فرمایا: ﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ﴾ (سورہ العنکبوت:48)

ترجمہ: اس سے پہلے نہ تو آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

غیر شرعی درود:

بریلویوں اور صوفیوں نے درود کے بہت سے صیغے وضع کر لئے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ یہ کام باعثِ ثواب ہے اس سے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ صوفیاء کی افتراء پردازی اس وقت بڑھ جاتی ہے، جب یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان دعاؤں کو رسول ﷺ نے ہمارے شیخ کو سکھایا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ اپنے اصحاب کو سکھلائیں جیسے صلاۃ الفاتح اس کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم صل على سيدنا محمد الفاتح لما أغلق و الخاتم لما سبق ناصر الحق بالحق الهادي الى صراطك المستقيم و على آله حق قدره و مقداره العظيم "۔[1]

تیجانیوں کا اس دعا کے بارے میں دعوی ہے کہ یہ صلاۃ الفاتح قرآن اور دنیا کے ہر ذکر سے چھ ہزار گنا افضل ہے۔

تیجانی کہتا ہے:

"پھر مجھے صلاۃ الفاتح پڑھنے کا حکم دیا میں نے نبی ﷺ سے اس کی فضیلت پوچھی آپ نے پہلے کہا کہ ایک بار پڑھنے سے قرآن کا چھ گنا ثواب ملتا ہے اس کے بعد کہا کہ ایک بار پڑھنے سے دنیا کے سارے اوراد، اذکار، دعاؤں اور قرآن کا چھ ہزار گنا ثواب ملے گا۔[2]

یہ کفر صریح ہے کیونکہ بشر کے کلام کو اللہ کے کلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس میں قرآن کی تحقیر کی گئی ہے اور اس سے لوگوں کو روکا گیا ہے کہ جب ایک بار صلاۃ الفاتح پڑھنے سے قرآن کا اور دنیا کی ساری دعاؤں کا چھ ہزار گنا ثواب ملے گا تو پھر قرآن پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

---

1) التيجانيه:116۔

2) التيجانيه:116۔

درود کے بعض صیغے ایسے ہیں جن میں آپ کو الوہیت سے متصف کیا گیا ہے۔ جیسے " اللهم صل على الكمال المطلق، و الجمال المحقق عين اعيان الخلق، نور تجليات الحق فصل اللهم بك منك فيه عليه وسلم " ۔[1]

قرآن میں صلاۃ وسلام کا حکم عام ہے اس بابت جس طرح صحابہ کرام نے آپ پر درود بھیجا ہے اسی طرح ہم بھی درود بھیجیں گے صحابہ کرام قرآن کے معنی ومفہوم کو زیادہ سمجھتے تھے، یہ حضرات اذان سے قبل اور نماز کے بعد کسی خاص مناسبت کے وقت اجتماعی شکل میں صلاۃ وسلام نہیں پڑھتے تھے اس لئے یہ مشروع نہیں ہے اس سے اجتناب واجب ہے۔

☆☆☆

بدعت کا اثر

بدعت سے اسلام کے علاوہ بدعتی بھی متاثر ہوتا ہے اس سے دین پر ظالمانہ اور سفاکانہ حملہ ہوتا ہے اور اس میں تحریف، تغیر اور تبدیلی کی جاتی ہے۔ اس سے اسلامی معاشرہ اختلاف اور انشقاق کی آگ میں جلتا ہے۔ محبت کی آڑ میں رسول اور صالحین میں غلو ظہور پذیر ہوا ہے بدعت کے اثر کی تھوڑی سی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

(1) بدعت کا بدعتی پر اثر:

بدعت کی بابت جو وعید آئی ہے، بدعتی اس کا مستحق ہوگا، اس کا مسلک اور مذہب گمراہی پر مبنی ہوگا، جس عمل کو ایجاد کیا ہے وہ مردود ہوگا، اس بدعت کا گناہ اس کے سر جائے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے انکا بھی گناہ اس کے سر جائیگا۔

بدعت کے اثر کے سلسلہ میں علامہ شاطبی رقمطراز ہیں:

" آپ جان لیں کہ بدعت کے ساتھ نماز، روزہ، صدقہ اور کوئی بھی عبادت مقبول نہیں ہوتی ہے اس کے پاس جانے والا اور اس کی عزت افزائی کرنے والا اسلام کی دیوار منہدم کرنے میں معاون تصور کیا جائے گا۔ صاحب بدعت کے بارے میں آپ کا گمان کیا ہے؟ (کہ اس پر کتنا گناہ ہوگا) جو شریعت کی زبان سے ملعون ہے اور یہ اپنی عبادت سے اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے، بدعت سے عداوت پھیلتی ہے، یہ شفاعت محمدیہ سے مانع ہے اور اس کے مقابل جو سنت ہے اس کو ختم کرنے والی ہے، بدعتی پر بدعت کا گناہ ہوگا، اس کے لئے توبہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے توبہ قبول فرماتا ہے، اگر آدمی کفر کرتا ہے، شرک کرتا ہے یا کسی بھی طرح کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ اللہ قبول کرے گا لیکن بدعتی کا معاملہ ان سے مختلف ہے کیوں کہ یہ بدعت کو دین سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے اس لئے یہ بڑا سرکش اور مغرور ہوتا ہے اور یہ توبہ نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کو گناہ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کم ہی بدعتی توبہ کرتے ہیں۔ اس کے اوپر اللہ کی ذات اور غضب نازل ہوگا، حوض کوثر سے اس کو دور کر دیا جائے گا، اس کے بارے میں اس بات کا خطرہ ہے کہ اس کا شمار کفار میں ہو جو ملت سے خارج ہیں اس نے بدعت کو دین بنالیا ہے اس کا خاتمہ برا ہوگا، قیامت کے دن اس کا چہرہ کالا ہوگا، اس کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا، اس سے رسول ﷺ نے اپنی براءت کا اظہار فرمایا ہے اور مسلمانوں نے بھی۔ دنیا میں اس کے فتنہ میں پڑنے کا

---

3) مجموعہ احزاب واورد، احمد بن ادریس: 63۔

اندیشہ ہے اور آخرت میں تو عذاب ہونا ہی ہے۔[1]

(2) بدعتی کا عمل قابل قبول نہیں:

اعمال اس وقت قبول ہوتے ہیں جب ان میں دو شرطیں پائی جائیں۔(1) اخلاص (۲) متابعت (یعنی وہ عمل سنت کے مطابق ہو) اعمال کے عدم قبولیت کی بابت دو باتیں بہت اہم ہیں وہ یہ کہ کیا بدعتی کے سارے اعمال رد کر دیئے جائیں گے یا صرف بدعت والا عمل مردود ہوگا تو اس میں تفصیل ہے۔

(1) عدم مقبولیت سے مراد یہ ہے کہ اس کے سارے عمل مردود ہوں گے چاہے سنت کے موافق ہوں یا مخالف۔اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

زید بن وہب جہنی روایت کرتے ہیں کہ یہ حضرت علی کی فوج کے ساتھ تھے اور خوارج کے پاس گئے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ لوگو! میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ امت میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی تمہاری قرأت ان کی قرأت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ رکھے گی،تمہاری نماز کی ان کی نماز کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ ہوگی۔اور نہ ہی تمہارے روزنے کا ان کے روزے کے مقابلے میں کوئی وزن ہوگا،وہ قرآن پڑھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ اس پر ان کو نیکی ملے گی حالانکہ اس پر ان کو ثواب نہ ملے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔[۲]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے اعمال قبول نہیں ہوئے کیوں کہ ان کا عمل فاسد تھا اور ان لوگوں نے گمراہ کن بدعت اختیار کر رکھی تھی۔

قدریہ کے بارے میں فرمایا: جب تم ان سے ملو تو ان کو بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ ہم سے بری ہیں۔اللہ کی قسم اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے خرچ کرے تو اللہ اس کو قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائیں۔[۳]

(۲) عدم قبولیت سے مراد یہ ہے کہ بدعت کا جو عمل کیا ہے صرف وہی عمل مردود ہوگا۔اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد" جس نے ہماری تعلیم اور ہمارے دین کے خلاف کوئی عمل کیا تو وہ مردود ہے۔

حدیث صاف طور پر بتاتی ہے کہ شریعت کے خلاف جو عمل کیا ہے وہ مردود ہے لیکن وہ اعمال جو شریعت کے موافق ادا کئے گئے ہیں وہ قبول ہوں گے۔ہاں اگر بدعت بدعتِ شرکیہ ہے تو قبول نہیں ہوں گے۔

(3) بدعتی ذلیل وخوار ہوگا:

بدعتی کو نہ دنیا میں عزت ملے گی اور نہ آخرت میں اس کو اللہ کی عصمت اور حفاظت نصیب نہ ہوگی اور اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیا

---

1) الاعتصام:شاطبی 106-1/107۔

1) صحيح مسلم:2/748۔

2) صحيح مسلم:36-1/38۔

جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (سورہ آل عمران: 101)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھادی گئی۔

اسی طرح فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (سورہ آل عمران: 103)

ترجمہ: تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

حبل اللہ سے مراد قرآن، سنت اور مسلمانوں کی جماعت ہے، اس آیت میں اللہ نے قرآن اور نبی کی سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے اور اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اختلاف کی صورت میں ان دونوں مصادر کی طرف رجوع کیا جائے اور انہیں سے فیصلہ لیا جائے، اسی طرح مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑا جائے ان سے الگ نہ ہوا جائے۔ جو ان کو مضبوطی سے تھامے گا وہ کامیاب وکامراں ہوگا اور جو اعراض کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

چونکہ بدعتی نے اپنی خواہشات اور بدعت کو اس شریعت پر مقدم کیا جس کے اتباع پر اللہ نے عصمت کی ضمانت لی ہے تو اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس سے عصمت چھین لی اور اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیا۔[1]

سلف صالحین نے ہوا پرستوں، خواہشات کے بندوں اور بدعتیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ اپنی بدعت کے جراثیم منتقل کرسکتا ہے۔ سفیان ثوری کا کہنا ہے کہ جو آدمی بدعت کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ تین چیزوں میں سے کسی ایک کا شکار ہوگا یا تو وہ دوسرے کے لیے فتنہ ہو یا اس کے دل میں کچھ شک وشبہ پیدا ہو جائے اور یہ اس کی وجہ سے جہنم میں جا پڑے یا یہ کہے اللہ کی قسم یہ لوگ جو گفتگو کرتے ہیں تو اس سے مجھے کیا لینا دینا مجھے اپنے نفس پر بھروسہ ہے جو آدمی پلک جھپکنے کی مقدار میں اپنے دین کی بابت غیر اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کو اس سے چھین لے گا۔[2]

(4) اللہ سے دوری:

بدعتی اپنی بدعت میں جتنی زیادہ محنت کرے گا اتنا ہی اللہ سے دور ہوتا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جن واجبات اور مستحبات کو مشروع قرار دیا ہے اور ان کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے تو بندہ جتنی ہی زیادہ عبادت کرے گا اتنا ہی زیادہ اللہ سے قریب ہوگا اور بدعتی اللہ کی عبادت ایسے امور کے ذریعہ کر رہا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے بلکہ اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور بدعتی یہ تصور کرتا ہے کہ وہ ان بدعات سے اللہ کے قریب ہوگا لیکن نتیجہ اس کے برعکس آئے گا۔ یہ جتنی ہی زیادہ بدعت کے ذریعہ عبادت کرے گا اتنا ہی زیادہ اللہ سے دور ہوگا۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ آدمی کو دلی جانا ہے اور یہ بمبئی کے راستے پر جارہا ہے تو چلنے میں جتنی ہی محنت کرے گا منزل مقصود سے اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔

ابن وضاح رقم طراز ہیں:

---

1) الاعتصام: شاطبی: 112_113/1۔

2) الاعتصام: 1301۔

"صاحب بدعت جتنی ہی زیادہ محنت کرتا ہے اتنی ہی زیادہ اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے۔"[3]
خوارج کی عبادت جو بہت عمدہ ہوتی تھی وہ ان کی بدعت ہی کی وجہ سے قبول نہ ہوتی تھی۔

(5) بدعتی دنیا میں رسوا اور آخرت میں اللہ کے غضب کا شکار ہوگا:

بندہ جس قدر شریعت کا پابند ہوگا اسی قدر اس کو عزت اور کرامت نصیب ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ المنافقون:8) ترجمہ: عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لئے ہے۔

بدعتی نے دین کے ساتھ مذاق کیا، اس کے متعین کردہ حدود کو پھاندگیا اور حسب خواہش دین میں کمی یا زیادتی کردی تو اس کی وجہ سے یہ ذلت اور اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورہ النساء:110)
ترجمہ: اور جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول سے اختلاف کرے گا اور تمام مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر چلے گا تو ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ بہت بری جگہ ہے۔

قرون مفضلہ میں بدعتیوں کی کوئی شان وشوکت اور عزت نہ تھی۔ یہ دنیا پرستوں اور حاکموں کا سایہ تلاشتے تھے یا گوشہ تنہائی اختیار کر لیتے تھے لیکن علم کی قلت اور باطل کے غلبے کی وجہ سے بدعتی اب شیر ہو گئے ہیں۔ بہت سے ممالک میں بدعتیوں اور فاسد عقیدہ کے حاملین کو یہود ونصاریٰ مادی اور معنوی تعاون فراہم کرتے ہیں۔ ہندوستان میں تو انگریزوں نے باضابطہ کئی فرقوں کی داغ بیل ڈلوائی اور ان کو ہر طرح کا سہارا دیا۔

موجودہ دور میں اسلام کے خلاف جو جتنا زیادہ بولتا اور لکھتا ہے اس کو سب سے زیادہ روشن خیال اور سیکولر ذہن کا مانا جاتا ہے اس کو سروں پر بیٹھایا جاتا ہے اور انعامات اور تمغوں کی بارش ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں ہمیشہ غدار پیدا ہوئے جنہوں نے ملک وملت کو بہت زیادہ نقصان پہونچایا، بغداد کی تباہی، سراج الدولہ کی بربادی اور ٹیپو سلطان کی شکست کا سہرا مسلمان غداروں ہی کے سر ہے۔

(6) بدعتی سے رسول ﷺ بری ہیں:

رسول ﷺ نے اپنی سنت سے بیزار ہونے والے سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا ہے: "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فليس مني" جو ہماری سنت سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

بدعتی نے سنت سے منہ موڑ اور اپنی خواہشات اور شیطان نے جس کو مزین کیا تھا اس کی طرف مائل ہو گیا اس لئے یہ وعید کے تحت آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے قدریہ سے اپنی برأت کا اظہار کیا تھا اور فرمایا تھا:" جب تم ان سے ملو تو ان کو بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور

---

3) كتاب البدع والنهي عنها:24۔

وہ ہم سے بری ہیں۔

(7) بدعتی پر اپنی بدعت اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (سورۃ النحل:25)

ترجمہ: اسی کا نتیجہ ہوگا کہ یہ لوگ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ان کے سارے بوجھ (گناہ) کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ”.......... جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس کا گناہ اس کے سر جائے گا اور ان لوگوں کا بھی جو اس پر عمل پیرا ہوں گئے اور پیروکاروں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر دنیا میں ناجائز قتل کئے گئے سارے مقتولین کا گناہ ہوگا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا تھا اور ناحق خون بہایا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی کو سیدھا راستہ بتایا اور اس ہدایت کے راستے پر جتنے لوگ چلیں گے۔ اس کو ان کے ثواب کے برابر نیکی ملے گی اور پیروکاروں کی نیکی میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے کسی کو ضلالت اور گمراہی کے راستہ پر ڈالا تو اس راستے پر چلنے والوں کے گناہ کے مثل اس کو گناہ ملے گا اور گناہ کے پیروکاروں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔[1]

(8) بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی:

بدعت کی نحوست کا تحفہ یہ ہے کہ اس کے لیے توبہ نہیں یعنی بدعتی بہت کم توبہ کرتا ہے کیونکہ شیطان اس کے لئے بدعت کو خوب مزین اور حسین کر دیتا ہے اور یہ بدعت کو اطاعت اور قربت کا ذریعہ تصور کرتا ہے اور اس کو گناہ اور معصیت نہیں سمجھتا ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ بہت کم ہی توبہ کرے گا الا یہ کہ اللہ اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

صاحب بدعت کی توبہ کے نہ قبول ہونے کی بابت جو حدیثیں آئی ہیں ان کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا یہاں کتاب السنہ کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے اس کو غور سے پڑھیں۔

”رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔“[2]

سفیان ثوری کہتے ہیں۔ ابلیس کے نزدیک بدعت معصیت سے بہتر ہے کیونکہ بدعت سے توبہ نہیں اور معصیت سے توبہ ہے۔

اس کی تفصیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''البدعة لا یتاب منها'' کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی نے ایسی چیزوں کو دین بنالیا ہے جس کو اللہ اور رسول نے جائز نہیں کیا ہے اس کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا ہے اس لئے یہ اس کو حسین،

---

1) صحیح مسلم:4/206۔

2) کتاب السنہ: ابن ابی عاصم:1/12۔

خوبصورت اور جائز سمجھتا ہے۔ اس لئے ایسا شخص جب تک اس کو اچھا اور فعل تقرب سمجھے گا تب تک توبہ نہیں کرے گا کیونکہ توبہ کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ آدمی یہ جانے کہ اس کا عمل غلط ہے یا اس نے واجب یا مستحب کام چھوڑ دیا ہے۔ تو جب تک یہ اپنے فعل کو حسین خیال کرے گا تب تک توبہ نہیں کرسکتا۔ [1]

(9) بدعتی کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ:

بدعت کی نحوست میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا برا خاتمہ ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وفات کے وقت اس کے دل میں دین کی بابت شک وشبہ، انکار وجحود یا اللہ پر اعتراض کی حالت طاری ہوجائے اور وہ اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے، اس لئے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرے گا تو اس کے لئے یا تو وقتی طور کے لیے جہنم ہوجائے یا ہمیشہ کے لئے۔

(10) بدعتی کو نبی ﷺ کے حوض کوثر سے بھگا دیا جائے گا:

قیامت کے دن بدعتی کو حوض کوثر سے بھگا دیا جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے حوض پر بہت سے لوگ آئیں گے جو میری صحبت میں تھے، جب میں ان کو دیکھوں گا اور میرے سامنے آئیں گے تو میرے پاس سے بھگا دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا اے رب میرے ساتھی، میرے ساتھی، آپ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کون سی بدعت ایجاد کی تھی۔ [2]

ایک طویل حدیث میں ہے کہ میرے حوض کوثر سے کچھ لوگوں کو ایسے ہی بھگا دیا جائے گا جیسے دوسرے کا بھگوڑا اونٹ ہانک دیا جاتا ہے۔ میں ان کو پکاروں گا کہ آو، آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں تبدیلی کر دی تھی تب میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو۔ [3]

ان بھگائے جانے والوں کے بارے میں علماء کی کئی رائیں ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ منافق اور مرتد ہیں، بعض یہ مانتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے زمانے میں مسلمان تھے اور بعد میں مرتد ہوگئے تھے یا اس سے مراد بڑے گناہوں کے مرتکبین ہیں جو توحید پر مرے تھے یا وہ بدعتی ہیں جو اپنی بدعت کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے تھے لیکن ان کی بدعت بدعتِ مکفرہ نہیں تھی۔

3) مجموع الفتاوی:10/9۔

1) صحیح مسلم:4/1800۔

2) صحیح مسلم:1/218۔

بدعت کا دین پر اثر

جس طرح بدعت کا بدعتی پر اثر پڑتا ہے اسی طرح بدعت دین پر منفی اثر ڈالتی ہے کیونکہ بدعتی دین میں کوئی چیز بڑھاتا یا گھٹاتا ہے۔

سنتوں کا مٹنا:

بدعتیں سنتوں کو ختم کرتی ہیں جب کوئی بدعت ایجاد کی جاتی ہے تو اس کے مقابل ایک سنت اٹھ جاتی ہے، منکر معروف ہو جاتا ہے اور معروف منکر۔ جب بدعت عام ہو جاتی ہے اور ہر طرف پھیل جاتی ہے تو سنت اور اہل سنت کم ہو جاتے ہیں۔ حسین بن عطیہ محاربی کہتے ہیں کہ جب کوئی قوم اپنے دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی کے مثل ان سے اللہ ایک سنت اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک اس کے پاس نہیں پلٹاتا۔[1]

بدعتی اپنی بدعت کے مقابل میں قرآن اور حدیث کو حقیر سمجھتا ہے۔ جب بھی ان سے بحث و مناظرہ کیا جاتا ہے اور قرآن و حدیث سے دلیلیں فراہم کی جاتی ہیں تو عام طور سے یہ کوئی بھی بات قبول نہیں کرتے اور جنگ پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی یہ بات کتنی قیمتی ہے:

"یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ جو آدمی قرآن و حدیث کے نصوص کو رد کرتا ہے تو جو قول اس کے خلاف ہوگا وہ اس سے نفرت کرے گا اور یہ چاہے گا کہ کاش یہ آیت نہ اتری ہوتی اور یہ حدیث وارد نہ ہوئی ہوتی اگر مصحف سے مٹانا ممکن ہوتا تو یہ بھی کر ڈالتا۔[2]

دین کو ترک کرنا:

ترک دین سے مقصود قرآن، حدیث اور اس سے متعلق دیگر نفع بخش علوم و فنون کو چھوڑنا ہے۔ جس کسی جماعت نے ان نصوص کو رد کیا جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں تو یہ لوگ گمراہی میں پڑے اور شریعت کے نصوص اور احکام متروک اور مہجور ہو گئے اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ۔

(1) کتاب و سنت سے علم اور ہدایت کی تلاش رک گئی۔

(۲) اختلاف اور نزاع کی صورت میں کتاب و سنت سے فیصلہ لینا بند ہو گیا۔

(3) قرآن میں دلوں کے لئے شفا ہے اس شفاء کا طلب کرنا بھی بند ہو گیا۔ مسلمانوں کی صفوں میں بدعت کے پھیلنے کی وجہ سے بہت سے لوگ حق اور ہدایت کی معرفت سے محروم ہو گئے۔

☆☆☆

---

1) سنن دارمی مقدمہ: 1/45۔

2) درء تعارض العقل والنقل: 5/217۔

سماج پر بدعت کا اثر

(1) اختلاف اور انتشار:

بدعت اختلاف اور انتشار کا سبب بنتی ہے اور اس سے عداوت اور دشمنی پھیلتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورہ آل عمران:105)

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے پاس روشن اور کھلی ہوئی دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ (سورہ انعام:153)

ترجمہ: اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (سورہ الانعام:159)

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

سب سے پہلے خوارج مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوئے ان کے بعد بدعتیوں نے ان کے نقش قدم کی پیروی کی، ان لوگوں نے اہل السنہ کے خلاف تلوار بھی اٹھائی اور ان سے جنگ کیا جب کمزور پڑے تو بادشاہوں کا تقرب حاصل کیا اور اہل السنہ کے خلاف زہر افشانی کی اور سازش کر کے ان کو قید میں ڈلوایا۔ اسی طرح کبار علماء کو شہر بدر ہونے پر مجبور کیا گیا۔ بدعتیوں کی شکایت پر علما کو پھانسی تک کی سزا دی گئی ہے۔ ان سب کے باوجود اہل السنہ والجماعۃ ہی غالب رہیں گے اور یہ کبھی ختم نہ ہوں گے۔

رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی جو لوگ ان کی نصرت و مدد چھوڑ دیں گے وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے۔[1]

(2) فتنے کی مار:

بدعت کا ایک خطرناک انجام یہ ہے کہ جب جب لوگوں نے سنت کو ترک کیا اور بدعتوں کو سینے سے لگایا ہے تو اللہ نے ان کو مصائب، مشکلات اور فتنوں میں مبتلا کیا ہے۔ ان کے اوپر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ سنت نبوی سے اعراض کا نتیجہ یہ ہے: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ﴾ (سورہ الانعام:65)

ترجمہ: آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے

---

1) صحیح مسلم:3/1523۔

سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔

بدعت کے بلاء اور فتنہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اعداء اسلام نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بدعت اور بدعتیوں کا استعمال کیا ہے۔ (جیسے مرزا غلام اور قادیانی.......وغیرہ) اور اسلامی دعوت کو روکنے کے لئے بدعتیوں کو ہتھیار بنایا ہے۔

☆☆☆

بدعت کا مقابلہ کیسے کریں؟

بدعت ایک خطرناک بیماری ہے جو صدیوں سے امت اسلامیہ کو چیلنج کر رہی ہے۔اس کی وجہ سے امت پر بڑی بڑی مصیبتیں آئی ہیں بدعت جتنی زیادہ پھیلے گی مشکلات اتنی ہی زیادہ بڑھیں گی۔مندرجہ ذیل امور بدعت سے بچنے کے لئے معاون ثابت ہوں گے۔

(1)بدعت کی حقیقت اور اس کی خطرناکی کو جاننا۔

(2)بدعت کے بارے میں تفصیلی جانکاری حاصل کرنا اور سماج کو بتانا۔

(3)سنت کو پھیلانا کیونکہ سنت کے مخفی ہونے کی وجہ سے بدعت پر پرزے پھیلاتی ہے۔

(4)حکمت اور بہتر انداز میں نصیحت وموعظت کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا۔

(5)امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا:

بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امور ذیل کا متقاضی ہے۔

(1)ملحدوں اور مرتدوں پر گہری نظر رکھنا اور عوام کو ان کی مجلسوں میں بیٹھنے نہ دینا۔

(2)جس کی ردت،کفر یا زندیقیت دلیل سے ثابت ہوجائے اس پر شرعی حد نافذ کرنا۔

(3)زندیقوں،کمیونسٹوں اور غالی شیعوں کی کتابوں کو ملک میں نہ آنے دینا اور لائبریریوں میں نہ رکھنا۔محققین اور باحثین کے لئے یہ کتابیں رکھی جائیں لیکن ناپختہ عوام کے ہاتھ نہ لگیں۔جیسے کمیونسٹی کتابیں،صوفیاء کی کتابیں ابن عربی کی کتابیں وغیرہ۔

(4)دعاۃ کو اس بات کا حکم دینا کہ یہ لوگوں کو ان کی گمراہیوں سے آگاہ کریں۔ان کی گمراہی کیا ہے؟اور یہ گمراہی کیوں ہے؟قرآن وحدیث سے ان امور کی تسلی بخش وضاحت کریں۔

(5)شعبہ تعلیم وتربیت سے اس بات کا مطالبہ کرنا کہ بدعت اور اس کی خطرناکی کے بارے میں دروس میں بعض اسباق داخل کریں تاکہ طلبہ ان سے واقف ہوں۔

☆☆☆

خاتمہ

اس موضوع پر بحث کرنے کے بعد ہم مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہونچتے ہیں۔

(1) محبت رسول یہ ہے کہ مسلمان کا دل رسول ﷺ کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ آپ کو دنیا کی ساری چیزوں پر مقدم سمجھے۔

(2) محبت اتباع پر ایک زائد چیز ہے یہ اتباع پر ابھارنے اور مادہ کرنے والی شئی ہے۔

(3) محبت ایمان کا بنیادی رکن ہے بنا اس کے ایمان صحیح نہ ہوگا۔

(4) رسول ﷺ کی حقیقی محبت یہ ہے کہ آدمی آپ ﷺ کا اتباع کرے، آپ کی پیروی کرے، آپ کی تعظیم وتوقیر کرے، آپ کے حقوق کی ادائیگی کرے، اس چیز سے محبت کرے جس کو آپ پسند کرتے ہیں اور اس چیز سے نفرت کرے جس سے آپ بغض رکھتے ہیں۔

(5) محبت اور اتباع لازم وملزوم ہیں دونوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے۔

(6) محبت اور غلو میں بڑی دوری ہے محبت شرعی چیز ہے اور غلو شرعاً مذموم اور حرام ہے دونوں یکجا نہیں ہوسکتے۔

(7) رسول ﷺ میں غلو کرنے والا نصرانیوں کے مشابہ ہے جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سلسلہ میں غلو کرتے رہے ہیں۔

(8) اس امت میں غلو کی ابتدا شیعوں سے ہوئی اور ان سے منتقل ہو کر صوفیاء کے یہاں گئی۔

(9) حلاج پہلا صوفی ہے جس نے رسول ﷺ کی ذات میں غلو کیا اور انسان میں اللہ کے حلول کا عقیدہ پیش کیا۔

(10) حلاج کے قتل کے بعد صوفیاء زمین دوز ہو گئے یہ عام مسلمانوں سے اپنے مذہب کو مخفی رکھنے لگے اسی طرح رسول ﷺ کی ذات میں محبت کا دعویٰ اور اس میں غلو کر کے اپنے فاسد مذاہب کو پھیلانے کا وسیلہ بنایا۔

(11) ابن عربی اسلام سے نکلنے اور اس سے بغاوت کرنے کے سلسلہ میں حلاج کے نقش قدم پر چلنے والا سب سے بڑا صوفی تھا۔

(12) ابن عربی صوفیاء میں وحدۃ الوجود کا بانی ہے اس نے اس فکر کی نشر واشاعت میں اپنی پوری طاقت جھونک دیا۔

(13) ابن عربی نے رسول ﷺ کی ذات میں اس حد تک غلو کیا کہ ان کو حقیقت محمدیہ سے الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا جو کہ حقیقت الٰہیہ کے مساوی ہے۔

(14) ابن عربی، حلاج اور دوسرے صوفیاء کا غلو حب رسول ﷺ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ الحاد، زندیقیت اور دین کے خلاف منصوبہ بند سازش تھی۔

(15) ذات رسول میں غلو نے عقیدہ اور عبادت پر منفی اثر ڈالا۔

(16) شرعی اعتبار سے رسول ﷺ میں غلو حرام ہے۔

(17) جو آدمی صوفیاء کے عقائد پر یقین رکھے جیسے حقیقت محمدیہ، رسول نور سے پیدا کئے گئے ہیں، آسمان اور زمین کی تخلیق سے پہلے آپ کا حقیقی وجود تھا، آپ کے نور سے دنیا کا وجود عمل میں آیا ہے، آپ اللہ کی روح ہیں جس کو آدم میں پھونکا گیا تھا تو حجت قائم ہونے اور صحیح عقیدہ بتانے کے بعد بھی اگر کوئی مذکورہ امور پر ایمان ویقین رکھتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہے۔

(18) بنا کسی استثناء کے ہر بدعت مذموم ہے حسنہ اور سیئہ کی تقسیم نہیں ۔

(19) بدعت حسنہ کے پردے میں صوفیاء نے اپنے افکار کو پھیلانے میں کامیابی حاصل کی ہے ۔

(20) صوفیاء اور غالی صوفیاء سب سے بڑے بدعتی اور سنت سے نکلنے اور اس سے بغاوت کرنے والے ہیں ۔

(21) بہت سے صوفیاء نے محبت کے دعوے میں کئی بدعتوں کو ایجاد کیا ہے جیسے جشن میلاد، غیر مشروع وسیلہ، خود ساختہ درود کے صیغے اور دعائیں ۔

(22) بدعتی پر بدعت کا برا اثر پڑتا ہے ۔ یہ ہدایت سے محروم رہتا ہے ۔ اپنی ساری عمر ضلالت اور گمراہی میں گزارتا ہے اگر بدعت کو ترک نہ کیا اور توبہ نہ کی تو اس کو قیامت میں سخت عذاب ہوگا ۔

(23) غلو شرعی محبت سے انحراف کا سبب ہے رسول ﷺ سے محبت میں کوتاہی، جفا، بے ادبی اور آپ کو حد سے آگے بڑھانا خطرناک اور باعث معصیت ہے ۔

ضمیمہ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت بریلویوں کا غلو

از

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ علیہ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت بریلویوں کا غلو

بریلویوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت اس حد تک غلو کیا ہے کہ بعض لوگوں نے آپ کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا ہے اور آپ کے سلسلے میں ایسے عقائد وضع کر لئے ہیں جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے، ان کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کا پڑھنے والا حدیثوں کا مطالعہ کرنے والا اور اسلام کا دعویدار ایسے عقیدے بھی رکھ سکتا ہے؟ ذیل میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کے کچھ عقائد وافکار نقل کئے جا رہے ہیں گذارش ہے کہ ان کا سنجیدگی سے مطالعہ کریں۔

انبیاء کے مرنے کے بعد ان سے استفادہ جائز

احمد رضا بریلوی کہتے ہیں:

"انبیاء ومرسلین، اولیاء، علماء اور صالحین سے انکے وصال کے بعد استعانت واستمداد جائز ہے۔ اولیاء انتقال کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بلا سے پناہ دیتے ہیں

"حضور ہر مصیبت میں کام آتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر عطا کرنے والے ہیں عاجزی وتذلل کے ساتھ حضور کو نداء کرے حضور ہی ہر بلا سے پناہ دیتے ہیں۔"[2]

حضور اقدس مشکل کشا

"حضرت جبریل علیہ السلام حاجت روا ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت روا مشکل کشا، رافع البلاء ماننے میں کسی کو تامل ہو سکتا ہے وہ تو جبرئیل علیہ السلام کے بھی حاجت روا ہیں۔"[3]

حضرت علی خدائی صفات کے حامل

"صرف حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان خدائی صفات کے حامل ہیں جناب بریلوی عربی اشعار سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نادعليا مظهر العجائب | تجده لك عونا في النوائب
كل هم وغم سينجلي | بولايتك يا علي يا علي[4]

پکار علی مرتضیٰ کو وہ مظہر عجائب ہیں تو انہیں مدد گار پائیگا مصیبتوں میں۔ ساری پریشانی اور غم اب دور ہو جائے گا حضور کی ولایت سے یا علی یا علی۔

---

1) رسالة حيوة الموات: احمد رضا بريلوی در فتاوی رضويه: 4/30، طبع پاکستان۔
2) الامن والعلى: بريلوی: 10۔
3) ملفوظات: 99 طبع لاهور۔
4) الامن والعلى: بريلوی: 13۔

نبی اور ولی پکارنے پر حاضر ہوتے ہیں

بریلوی کہتے ہیں:

"جو شخص کسی نبی یا رسول یا کسی ولی سے وابستہ ہوگا تو وہ اس کے پکارنے پر حاضر ہوگا اور مشکلات میں اس کی دستگیری کرے گا۔"[1]

حضور مالک کل

احمد رضا بریلوی کہتے ہیں:

قادر کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں

بریلوی کے صاحبزادے اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ" جو نعمت عالم میں کہیں ظاہر ہوتی ہے وہ محمد ہی عطا فرماتے ہیں۔ انہیں کے ہاتھ میں سب کنجیاں ہیں اللہ تعالی کے خزانے سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر محمد کے ہاتھوں سے۔ حضور اکرم کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے، اسکے خلاف نہیں ہوتی حضور کی چاہت کو کوئی پھیرنے والا نہیں۔[2]

ساری نعمتیں حضور کے سرکار سے

احمد رضا کے دوست لکھتے ہیں:

کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، کوئی نعمت کسی نہیں ملتی مگر حضور کے سرکار سے۔[3]

فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"ہر چیز، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روز اول سے آج تک، آج سے ابدالآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔"[4]

نبی ہی داتا

ایک بریلوی لکھتے ہیں:

"آقائے اور دو جہاں سخی اور داتا ہیں ہم ان کے محتاج ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان سے استمداد نہ کی جائے۔"[5]

---

1) فتاوی افریقه: بریلوی 135۔
2) الاستمداد علی اجیال الارتداد: بریلوی 32-33۔
3) الامن والعلی: 105۔
4) الفتاوی الرضویه: 1/577۔
5) مواعظ نعیمیه: 27 طبع پاکستان۔

نبی ﷺ مالک عرش

لکھتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر حضور علیہ السلام کا نام پاک لکھا دیکھا تاکہ معلوم ہوکہ مالک عرش آپ ہیں۔[1]

حضور ﷺ کا ہر جگہ تصرف

"حضور مدینہ منورہ میں رہ کر ذرّے ذرّے کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور ہر جگہ آپ کا عمل درآمد اور تصرف بھی ہے۔[2]

مولوی احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں: "حضور ﷺ خلیفہ اعظم اور زمین وآسمان میں تصرف فرماتے ہیں۔"[3]

نبی ﷺ تمام مخلوقات کے مالک

"رسول اکرم ﷺ اور زمینوں اور لوگوں کے مالک ہیں اور تمام مخلوقات کے مالک ہیں اور حضور اکرم کے ہاتھ میں نصرت اور مدد کی کنجیاں ہیں اور اس کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ اور وہی ہیں جو آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور حضور قیامت کے دن صاحب قدرت اور بااختیار ہوں گے اور حضور اکرم مصیبتوں اور تکالیف کو دور فرماتے ہیں۔"[4]

نبی ﷺ جو چاہیں دیں

"حضور اقدس اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کردیا گیا جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں۔"[5]

ہر چیز کی تقسیم حضور کے دربار سے

"تمام زمین ان کی ملک ہے تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السموات والارض حضور کے زیر فرمان، جنت اور نار کی کنجیاں دست اقدس میں دیدی گئی ہیں، رزق، خوراک اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں دنیا اور آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے۔"[6]

نبی اکرم ﷺ عالم الغیب

نبی ﷺ کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ مطلق عالم الغیب تھے ماکان اور مایکون کا علم رکھتے تھے۔

---

1) مواعظ نعيمية: 41۔

2) مواعظ نعيمية: 33.

3) الفتاوى الرضوية: 155/6.

4) انوار رضا: 24.

5) بهارشريعت: أمجد على 15/1.

6) بهارشريعت: أمجد على 15/1.

تبصرہ

کیامذکورہ عقائدوافکار کا حامل مسلمان ہوسکتا ہے؟ پیچھے بیان کردہ سارے عقائد قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ براہ کرم اس کی تفصیل علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب" بریلویت" میں پڑھیں۔ ہم یہاں پر مختصر انداز میں اس بات کی وضاحت کردینا چاہتے ہیں کہ زمین اور آسمان کا مالک صرف اللہ ہے، کوئی نبی، رسول، غوث، پیر، ولی اور فقیر دنیا میں تصرف نہیں کرسکتا، اللہ نے ان کو یہ اختیار نہیں دیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے، آپ نے پردہ نہیں کیا ہے۔ اسی طرح وصال کا لفظ مغالطہ آمیز ہے، نبی ﷺ کے لئے وفات یا موت کا لفظ استعمال کرنا بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے۔ قرآن میں آپ ﷺ کے لئے لفظ موت استعمال کیا گیا۔ ﴿أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾ قرآن نے نبی کو مخاطب کرکے کہا ہے تم مرجاؤ گے۔ ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

حضرت عائشہ آپ کی چہیتی بیوی تھیں، انہوں نے بھی کہا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوگیا۔ سارے صحابہ اور محدّثین نے وفات نبوی کے لیے مات یا توفّی کا لفظ استعمال کیا ہے۔

انبیاء سابقین اور حضرت محمد ﷺ برزخ کی زندگی گزار رہے ہیں یہ دنیا میں کسی بھی طرح کا تصرف نہیں کرتے ہیں. اللہ نے کسی کو اس کا اختیار نہیں دیا ہے. آگے آنے والی قرآنی آیات کو غور سے ایمانی جذبہ کے ساتھ پڑھیں اگر ان کی مخالفت کریں گے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ رسوا ہوں گے۔

جب البریلویۃ پاکستان سے شائع ہوئی اور اس کو مدینہ کے مشہور قاضی، فقیہ اور مسجد نبوی کے مدرس شیخ عطیہ سالم کو دیا گیا اور انہوں نے اس کا مطالعہ کیا تو انہوں نے برملا کہا کہ اگر علامہ احسان الٰہی ظہیر کی یہ تحریر نہ ہوتی جو ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہیں تو ہم اس کو تسلیم نہ کرتے۔ کیا کوئی مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے؟ اور ان جیسے افکار کا حامل ہوسکتا ہے؟۔

اللہ تعالی اس قوم کو عقل وخرد سے نوازے اور قرآن وسنت کی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے. آمین

ذیل میں بریلویوں کے سارے عقائد کی تردید نہیں کی گئی ہے بلکہ چند آیات کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ یہ قوم کس طرح گمراہی کے بحر عمیق میں ڈوبی ہوئی ہے جب کہ قرآن کھلے طور پر اللہ کی ملکیت، بادشاہت اور اس کے مختار کل ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

استعانت صرف اللہ سے

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (سورہ فاتحہ:5)

ترجمہ: ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ زمین وآسمان میں کوئی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا

﴿مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ﴾ (سورہ سبا:22)

ترجمہ: آپ کہہ دوتم انہیں پکارو جنہیں تم اللہ کے سوا اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو وہ ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور نہ ان دونوں میں ان کی ساجھے داری ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

بادشاہت صرف اللہ کے لئے

﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ[13] إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (سورہ فاطر:13-14)

ترجمہ: یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا، اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں۔ اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا جانکار خبریں نہ دے گا۔

یہ بابا تمہاری مدد نہیں کر سکتے

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ (سورہ أعراف:197)

ترجمہ: اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی۔

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ﴾ (سورہ رعد:14)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔

اولیاء اور پیر تمہیں جیسے انسان ہیں

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (سورہ أعراف:197)

ترجمہ: اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بھی تمہیں جیسے بندے ہیں تو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا پورا کر دیں اگر تم سچے ہو۔

اولیاء اپنے کو بھی نفع نقصان نہیں پہونچا سکتے

﴿قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا﴾ (سورہ رعد:16)

ترجمہ: کہہ دیجئے کیا تم پھر بھی اللہ کے سوا ان کو حمایتی بنا رہے ہو جو خود اپنے بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے۔

غیر اللہ کو پکارنے والا سب سے بڑا گمراہ

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (سورہ احقاف:5)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ اس کے پکارنے سے بے خبر ہوں۔

موت و زیست صرف اللہ کے ہاتھ میں

﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ (سورہ دخان:8)

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے۔

اللہ ہی روزی رساں

﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ (سورہ ذاریات:58)

ترجمہ: اللہ تعالی تو خود ہی سب کا روزی رساں اور توانائی والا اور زور آور ہے۔

پناہ دینے والا صرف اللہ

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ (سورہ مؤمنون:88)

ترجمہ: پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا۔

عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (سورہ آل عمران:27)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اے میرے معبود، اے تمام جہاں کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات کریمہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی مصائب و مشکلات میں مدد کرسکتا ہے، وہی ان کے کام آئے گا، اور ان کی مشکلات کو دور کرے گا، اختیار اور تصرف کا دائرہ صرف اس کی ذات تک محدود ہے اور ساری کائنات کا نظام اس کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ تمام انبیاء ورسل نے بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے صرف اللہ ہی کا دامن تھاما تھا، صرف اسی کے سامنے سر نیاز خم کیا تھا، ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ شدائد و مشکلات میں ان سے استمداد اور استعانت جائز ہے قرآن کی صریح مخالفت ہے۔ آدم علیہ السلام کا

صرف اللہ سے مغفرت طلب کرنا، نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لئے غرق ہونے سے رب کائنات سے نجات طلب کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صرف اسی سے اپنے لئے بیٹا مانگنا، مشکلات و مصائب میں گھرے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صرف اپنے رب کو پکارنا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل کرنے کے لیے صرف اللہ کے سامنے عجز و نیاز کرنا اور ایوب علیہ السلام کا صرف ذات باری تعالی سے شفا طلب کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ایسا مالک اور صاحب اختیار نہیں ہے جو مصیبت رفع کر سکتا ہو۔

غیب داں صرف اللہ تعالی

سورہ نمل میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ (سورہ نمل:65)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین والوں میں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

سورہ اعراف میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (سورہ أعراف:188)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہونچتا۔

سورہ انعام میں فرمایا ہے: ﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴾ (سورہ أنعام:59)

ترجمہ: اور غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی ان کو نہیں جانتا خشکی اور تری کی ساری چیزوں کو وہ جانتا ہے۔ جو پتی گرتی ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا، اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

نعت گوئی میں غلو

نعت گوئی صنف سخن کی پرخار وادی اور بڑا نازک فن ہے معمولی سی لغزش یا بے اعتدالی ایمان کے بال و پر جلا دے گی۔

اس صنف میں اکثر شعراء بھٹک گئے ہیں۔ اس بابت مبالغہ، غلو اور اطراء سے پاک شاعری بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہندو پاک میں نعت گو شاعروں نے مبالغہ کی حد کر دی ہے۔ انھوں نے کبھی رسول ﷺ کو الوہیت کے مقام پر فائز کیا، کبھی عرش پر بٹھایا اور کبھی یہ کہا کہ عرش کا پایہ آپ کے زیر پایہ ہے کبھی یہ کہا کہ اللہ کے دامن میں صرف وحدہ ہے ہم کو جو کچھ لینا ہے محمد سے لے لیں گے۔

ایک مخصوص بدعتی فرقہ کے مؤسس اور بانی احمد رضا صاحب نے بھی اس فن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے اشعار کا ایک مجموعہ حدائق بخشش بھی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں اتنی غیر سنجیدہ بات کہی ہے کہ کوئی مسلمان تو اس کو ہرگز اپنی زبان یا قلم کی نوک پر نہیں لا سکتا۔ اگر کسی مسلمان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بجائے آپ کی لونڈی کے بارے میں وہ جملہ استعمال کیا جائے تو مرنے

مارنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

لیکن افسوس ہے ہمارے ان بھائیوں پر جن کی آنکھ نہ کھلتی ہے اور نہ ہی دل و دماغ. اس شعر کے پڑھنے کے بعد اگر لوگوں کا ذہن و دماغ اس کے کہنے والے کے بارے میں نہ بدلے اور اس کی شیعیت کھل کر سامنے نہ آئے تو اپنے دین و ایمان کا خیر منائیں۔

یہ شعر میں نے پہلے نہیں لکھا تھا صرف اشارہ کیا تھا لیکن بعد میں یہ سوچا کہ اشارے کنائے سے ہمارے یہ معزز احباب نہ تو اس تلخ حقیقت کو تسلیم کریں گے اور نہ ہی متاثر ہوں گے۔ دل پر جبر کر کے میں نے اس کو تحریر کیا ہے تا کہ یہ قوم اپنی گمراہی سے باہر نکلے اور تحقیق کی دنیا میں قدم رکھے اور قرآن و حدیث کی پیروی کرے۔

حدائق بخشش کے پرانے ایڈیشنوں میں یہ شعر پایا جاتا ہے. اس کا فوٹو میرے پاس ہے. ممکن ہے بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو نکال دیا گیا ہو۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار   مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت   کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینۂ و بر

نعوذ باللہ [1]

خوش عقیدہ حضرات! یہ ہے تمہارے امام اعظم کا پاکیزہ تصور اور خیال امہات المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں. کیا کوئی سلیم الطبع اور سلیم العقل آدمی اپنی ماں کے بارے میں یہ شعر کہے گا؟

یہ شعر اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت شاعر کا ذہن فاسد ہے اور یہ شیعی ذہن رکھتا ہے. اس سے اس دعوے کو اور تقویت ملتی ہے کہ اس فرقہ کے امام اعظم تقیہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے اصلاً وہ شیعہ تھے. اسی لئے دونوں کے افکار میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔

میرے عزیز بھائیو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت وعفت دہائی دے رہی ہے. کیا آپ کی غیرت وحمیت مر گئی ہے؟

جناب والا! آپ کو یہاں گستاخی نظر نہیں آتی؟ احمد رضا صاحب کا ماننا ہے کہ نبی اللہ تعالی کے ساتھ عرش پر جلوس فرماتے ہے اور عرش زیر پایا محمد ہے.

جس کو شایان ہے عرش پر   جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی [2]

زہے عزت واعتلائے محمد   کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد [3]

اعظم چشتی نام کے ایک شاعر عیسائیوں کے مانند غلو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

---

1) حدائق بخشش:23/3۔

2) حدائق بخشش:49.

3) مجموعہ نعت:20.

وہ خدا نہیں بخدا نہیں   وہ مگر خدا سے جدا نہیں [1]

منور بدایونی کا یہ شعر کس جگر سے پڑھا جائے۔

مصطفی کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر   مصطفی کا نور یوں کہئے خدا کا نور ہے [2]

کعبہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور لوگ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کا بھی ایک قبلہ ہے اور وہ ہے رسول اللہ کا روضہ اور آپ کی قبر۔ایک آشفتہ سر نے یہ انکشاف کیا ہے ورنہ قرآن اور حدیث میں کہیں پر اس کا بیان نہیں ملتا۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو [3]

جو کوئی آدمی ایسا عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ کی قبر کعبہ کا کعبہ ہے،اس کے اسلام کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

نعت کی ایک کیسٹ پاکستان کے بازاروں میں دستیاب ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

مجسم ہو کے دیکھو پیارا آیا   خدائے پاک کا اوتارا آیا

یہ دیکھئے جناب احمد رضا صاحب رسول ﷺ کو پکار رہے ہیں کہ ان کی کشتی ڈوبی جا رہی ہے آپ آئیں اور اس کو پار لگائیں۔

منجدھار پہ آ کے ناؤ ڈوبی   دے ہاتھ کہ میں ہوں پار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے   کشتی ڈوبا ڈوبا اتار آقا [4]

یا الٰہی رحم فرما مصطفی کے واسطے   یا رسول کرم کیجئے خدا کے واسطے [5]

بطور نمونہ چند اشعار نقل کر دیئے گئے ہیں حوالے میں جن کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ پاکستانی ایڈیشن ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں جو شعر نقل کیا گیا ہے اس کا فوٹو میرے پاس رکھا ہوا ہے۔علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے اسے بریلویت کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہمارے ان بھائیوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرے جو جادہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔اے اللہ! ان کو قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی توفیق دے اور عوام کے ذہن و دماغ کو تعصب، نفرت اور عداوت سے پاک کر دے۔(آمین)

---

1) نخلستان:41۔

2) مجموعہ نعت:200.

3)حدائق بخشش:46،مجموعہ نعت:101.

4))حدائق بخشش:10۔

5))حدائق بخشش:53۔